انقلاب کا راستہ

لینن ازم کی بنیادیں

جوزف اسٹالن

مترجم: شرف عالم

ایڈیٹنگ: شاداب مرتضی

جاری کردہ: پاکستان مزدور کسان پارٹی

انقلاب کا راستہ

لینن ازم کی بنیادیں

(اساسِ لینن ازم)

مصنف: جوزف اسٹالن

مترجم: شرف عالم

ایڈیٹنگ: شاداب مرتضی

جاری کردہ: پاکستان مزدور کسان پارٹی

فہرست

پیش لفظ

1۔ لینن ازم کی تاریخی بنیادیں

2۔ طریقہ

3۔ نظریہ

4۔ مزدور طبقے کی آمریت

5۔ کسانوں کا مسئلہ

6۔ قومی مسئلہ

7۔ تدبیر اور ترکیب

8۔ پارٹی

9۔ طرزِ عمل (عملی کام کا انداز)

ضمیمہ (تشریحی نوٹ)

پیش لفظ

یہ تصنیف "لینن ازم کی بنیادیں" اسٹالن کی تصانیف میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔
لینن نے کسی موقع پر کہا تھا کہ انقلاب دشمن پارٹیاں" بڑے انقلابیوں کی زندگی میں تو ان کی تعلیم کو انتہائی سفاکانہ عداوت اور غضبناک نفرت کی نظر سے دیکھا کرتی ہیں لیکن ان کے مرنے کے بعد عموماً یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان کو بے ضرر درویش بنا دیا جائے۔۔۔ان کے انقلابی نظریوں کے اصلی جوہر کو کمزور کر دیا جاتا ہے، ان میں عامیانہ رنگ پیدا کیا جاتا ہے، ان کی انقلابی دھار کو کند کر دیا جاتا ہے۔" (ریاست اور انقلاب، صفحہ 3)۔
لینن کی وفات (1924ء) کے بعد لینن کی تعلیمات کو اسی خطرے سے دوچار ہونا پڑا۔
جن لوگوں نے لینن کی زندگی میں ہر اہم سوال پر لینن کے انقلابی اصولوں کی مخالفت کی اور اپنی ہر مخالفت میں ناکام رہے، انہوں نے لینن کے مرنے کے بعد سر اٹھانا چاہا۔ انہوں نے لینن کے نام پر لینن کی تعلیمات سے غداری کی۔ انہوں نے مزدور طبقے کی پارٹی کی، جسے لینن نے پروان چڑھایا تھا، اندر ہی اندر بیخ کنی کرنا چاہی۔ انہوں نے سوویت یونین کو اشتراکیت (سوشلزم) کی راہ سے ہٹانا چاہا۔ انہوں نے سوویت یونین کے اندر اور باہر انقلاب دشمنوں سے ساز باز کی اور اشتراکیت کی سرزمین کو سرمایہ داری کے ناپاک قدموں سے گندہ کرنے کی کوشش کی۔ ٹراٹسکی انہی کا ایک سرغنہ تھا۔
ان کا مقابلہ اسٹالن نے کیا۔ اسٹالن نے آگے بڑھ کر وار کیا۔ اس کی آہنی ضربوں نے دشمن کی صفوں کو پاش پاش کر دیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ سوویت یونین میں آج ان غداروں کا نام و نشان تک باقی نہیں۔

زیرِ نظر کتاب اسٹالن نے اسی غرض سے لکھی تھی۔ یہ اصل میں ان تقریروں کا مجموعہ ہے جو اسٹالن نے اپریل 1924ء میں سوردلوف یونیورسٹی میں کی تھیں۔ لیکن بقول کالینن (موجودہ صدرِ سوویت یونین) اسٹالن کی "یہ کوئی معمولی تقریریں نہیں تھیں۔ بلکہ اس نے تو بے انتہا جوش وخروش اور دلیری کے ساتھ دشمن کے حملوں سے لینن ازم کی حفاظت کی تھی۔ عوام کے سامنے اس کے پرچم کو بلند رکھا تھا۔" (اسٹالن کے ساٹھ برس، صفحہ 104۔)

اس کتاب سے زیادہ مختصر اور جامع تشریح لینن ازم کی دنیا میں اور کسی نے نہیں کی اور کسی سے یہ ممکن بھی نہیں۔

کمیونسٹ پارٹی کو، جو مارکس، لینن اور اسٹالن کے اصولوں پر قائم ہے اور انہی کی روشنی میں جدوجہد کرتی ہے، اور کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کو، اس کتاب کی اہمیت بتانے کی ضرورت نہیں۔ اس کتاب کے بغیر کسی کمیونسٹ کی تعلیم مکمل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے بغیر اس کی تعلیم کی حقیقی بنیاد نہیں پڑ سکتی۔ درسی کتاب کی طرح سنجیدگی سے اس کا مطالعہ کرنا پارٹی کے ہر ممبر کا اولین فرض ہے۔

لیکن اس کتاب کی اہمیت یہیں تک محدود نہیں۔ لینن اور اسٹالن کی پارٹی اور اس کے نظری اور عملی اصول کمیونسٹوں کی نجی ملکیت نہیں ہیں۔ وہ انسانیت کے لیے ہیں، ان کا احسان ساری انسانیت پر ہے۔ آج اس بات سے کوئی انکار نہیں کرے گا، کسی کو اس پر حیرت بھی نہیں ہو گی۔ نازی درندوں کی غلامی سے ساری دنیا کو اور خصوصا ہمارے وطن کو اگر کسی نے محفوظ رکھا تو سوویت یونین نے اور سرخ فوج نے۔ ان کی شجاعت اور طاقت کا راز کیا ہے؟ ---۔سوویت یونین میں مزدور طبقے کی آمریت، سوویت یونین کی قوموں کا اتحاد، مزدور اور کسانوں کا اتحاد اوران سب کی رہنمائی کرنے والی کمیونسٹ پارٹی۔ اس سوال کا ایک لفظ میں جواب ہو گا لینن

اوراسٹالن! ہمیں آج بھی اگر جاپانی فاشسٹوں سے اپنے وطن کی حفاظت کرنی ہے تو لینن اوراسٹالن کے اصولوں کو سمجھنا ہو گا اور انہی کی طرح اپنے ملک کی ہر قوم اور قوم کی ہر جماعت کو متحد کرنا ہو گا، اوراس اتحاد کی مستحکم بنیاد قائم کرنا ہو گی۔ سوویت یونین نے قومی مسئلے کو حقِ خود اختیاری کی بنیاد پر کیسے حل کیا، مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد کو کیسے مستحکم کیا، اس کی نظریاتی بنیاد کیا تھی، اس کا جواب اس کتاب میں ملے گا، اوراس لیے ہر سچے محبِ وطن کے لیے اس کتاب کا پڑھنا ضروری ہے۔ (مترجم)۔

نوٹ: تشریح طلب الفاظ پر نمبر درج کر کے کتاب کے آخر میں ایک ضمیمے کا اضافہ کر دیا گیا ہے، جس میں ان کی مختصر تشریح کر دی گئی ہے۔

لینن ازم کی بنیادیں

(وہ تقریریں جو اپریل 1924ء کے آغاز میں سوردلوف یونیورسٹی میں کی گئیں)

لینن کی وفات کے فوراً بعد کمیونسٹ پارٹی میں شریک ہونے والوں کے نام (اسٹالن)

لینن ازم کی بنیادیں ایک وسیع موضوع ہے۔ اس پر جامع معلومات بہم پہنچانے کے لیے ایک پوری کتاب کی ضرورت ہوگی۔ سچ پوچھیں تو کئی کتابوں کی ضرورت ہوگی۔ اس لیے ظاہر ہے یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ میرے لیکچروں میں لینن ازم کی پوری تشریح ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ لینن ازم کی بنیادوں کا خلاصہ پیش کر دیا جائے۔ تاہم، میں یہ خلاصہ کرنا بھی مفید سمجھتا ہوں تاکہ چند نئے بنیادی نکتے پیش کرسکوں جو لینن ازم کا کامیابی سے مطالعہ کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

لینن ازم کی بنیاد کی تشریح کرنے کا مطلب لینن [1] کے نظریہ عالم کی بنیاد کی تشریح کرنا نہیں ہے۔ لینن کا نظریہ عالم اور لینن ازم کی بنیاد ایک نہیں ہیں۔ لینن مارکسی تھا اور بے شک مارکسزم [2] اس کے نظریہ عالم کی بنیاد ہے۔ لیکن اس سے یہ بات لازمی نہیں کہ لینن ازم کی تشریح کرنے کے لیے پہلے مارکسزم کی بنیاد کی تشریح کرنا چاہیے۔ لینن ازم کی تشریح کرنے کا مطلب لینن کی تصانیف میں نئی اور امتیازی باتوں کی تشریح کرنا ہے جو باتیں مارکسزم کے خزانے میں لینن کا اضافہ تھیں اور جو قدرتی طور پر اس کے نام سے وابستہ ہیں۔ صرف اسی مفہوم میں، میں اپنے لیکچروں میں لینن ازم کی بنیاد کا ذکر کروں گا۔

سو، لینن ازم کیا ہے؟

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ لینن ازم روس کے مخصوص حالات پر مارکسزم کا اطلاق ہے۔ اس تعریف میں صداقت کا ایک جزو ہے مگر پوری صداقت ہر گز نہیں ہے۔ لینن نے بے شک روسی حالات پر مارکسزم کا اطلاق کیا اور بڑے کمال کے ساتھ کیا۔ لیکن اگر لینن ازم صرف روس کے مخصوص حالات پر مارکسزم کا اطلاق ہو تو وہ خالصتا اور محض روسی چیز ہو کر رہ جائے گا، لیکن ہم جانتے ہیں کہ لینن ازم صرف روسی نہیں بلکہ بین الاقوامی چیز ہے جس کی جڑیں سارے بین الاقوامی ارتقاء میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس تعریف میں یکطرفہ پن ہے۔

بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ انیسویں صدی کی چوتھی دہائی (1840ء-1850ء) کے مارکسزم کے انقلابی عناصر کو دوبارہ زندہ کرنے کا نام لینن ازم ہے۔ ان کے نزدیک اس زمانے کے بعد کا مارکسزم معتدل اور غیر انقلابی ہو گیا تھا، اور، 1850ء-1840ء کے زمانے کا مارکسزم اس سے مختلف تھا۔ مارکس کی تعلیمات کو اس طرح انقلابی اور معتدل حصوں میں تقسیم کرنا ایک احمقانہ اور بھونڈی حرکت ہے۔ لیکن اگر ہم اس پہلو کو نظر انداز کر دیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس تعریف میں بھی، جو کہ بالکل ناکافی اور غیر تسلی بخش ہے، صداقت کا ایک جزو موجود ہے، اور صداقت کا وہ جزو یہ ہے کہ لینن نے درحقیقت مارکسزم کی انقلابی اصلیت کو جسے دوسری انٹرنیشنل[3] کے موقع پرست فراموش کر چکے تھے، نئی زندگی عطا کی۔ تاہم، یہ بھی صداقت کا صرف ایک جزو ہے۔ لینن ازم کی پوری حقیقت یہ ہے کہ اس نے مارکسزم کو نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ اسے ایک قدم آگے بھی بڑھایا، اور سرمایہ داری کے اور مزدور طبقے کی طبقاتی جدوجہد کے نئے حالات میں مارکسزم کو مزید ترقی دی۔

تو آخر لینن ازم کیا ہے؟

لینن ازم سامراجیت اور مزدور انقلاب کے عہد کا مارکسزم ہے۔ اس بات کو زیادہ درست طور پر اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ لینن ازم کا مطلب عام طور پر مزدور انقلاب کا نظریہ اور اس کا طریقہِ کار ہے، خصوصاً مزدور آمریت کا نظریہ اور طریقہِ کار۔ مارکس اور اینگلز[4] کی سرگرمیوں کا دور انقلاب سے پہلے کا دور تھا (ہماری مطلب مزدور انقلاب سے ہے) جبکہ موجودہ سامراجیت نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔ اس دور میں مزدور طبقہ انقلاب کی تیاری کر رہا تھا اور مزدور انقلاب ابھی فوری اور عملی طور پر ناگزیر نہیں ہوا تھا۔ لیکن لینن مارکس اور اینگلز کا شاگرد تھا۔ اس کی سرگرمیوں کا دور ترقی یافتہ سامراجیت[5] کا دور ہے، اس دور میں مزدور انقلاب کے خدوخال ابھرنے لگے تھے، مزدور انقلاب ایک ملک میں فتحیاب ہو کر سرمایہ دار جمہوریت کا قلع قمع کر چکا تھا، اور، مزدور جمہوریت کے عہد کا، سوویت عہد کا، آغاز ہو چکا تھا۔

اس لئے، لینن ازم کو مارکسزم کی مزید نشوونما کہا جا سکتا ہے۔

لینن ازم کی غیر معمولی مجاہدانہ اور انقلابی خصوصیت کا ذکر کرنا ایک رواج سا ہو گیا ہے، یہ بالکل صحیح ہے۔ لیکن لینن ازم کی اس خصوصیت کے دو اسباب ہیں۔ پہلا یہ کہ لینن ازم مزدور انقلاب سے پیدا ہوا ہے، جس کے اثرات کا باقی رہنا لازمی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کی نشوونما دوسری انٹرنیشنل کی موقع پرستی کے خلاف جدوجہد میں ہوئی اور اسی جدوجہد نے اسے مضبوط کیا۔ یہ جدوجہد سرمایہ داری کے خلاف کامیابی سے لڑنے کی ایک ضروری اور ابتدائی شرط تھی اور آج بھی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مارکس اور اینگلز اور پھر لینن کے درمیان ایک پورا دور گزرا ہے جس میں بلاشرکت غیرے دوسری انٹرنیشنل کا بول بالا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس موقع پرستی کے خلاف شدید جدوجہد کرنا لینن ازم کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔

1۔ لینن ازم کی تاریخی بنیادیں

لینن ازم کی نشو ونما اور تشکیل سامراجیت کے دور میں ہوئی۔ اس وقت سرمایہ داری کے تضادات اپنی انتہا کو پہنچ چکے تھے۔ مزدور انقلاب ایک فوری عملی مسئلہ بن چکا تھا۔ انقلاب کے لیے مزدور طبقے کی تیاری کا پرانا دور اپنے عروج کو پہنچ کر ایک نئے دور میں داخل ہو چکا تھا۔ یہ سرمایہ داری پر براہِ راست حملہ کرنے کا دور تھا۔

لینن نے کہا ہے کہ سامراجیت "جاں بہ لب سرمایہ داری" ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ سامراجیت سرمایہ داری کے تضادات کو ان کی آخری حد تک، ان کے نکتۂِ عروج تک لے جاتی ہے، جس کے بعد انقلاب کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ ان تضادات میں سے تین ایسے ہیں جن کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔

پہلا تضاد: یہ تضاد محنت اور سرمائے کا تضاد ہے۔ سامراجیت کا مطلب یہ ہے کہ صنعتی ملکوں میں اجارہ دار ٹرسٹ اور سنڈیکیٹ[6]، بینکوں اور مالیاتی گروہوں کا مکمل اقتدار قائم ہو۔ اس کامل اقتدار کے خلاف مزدور طبقے کی جدوجہد کے مروجہ طریقے مثلاً مزدور یونین، امدادِ باہمی کی انجمن، پارلیمانی پارٹیاں اور پارلیمانی جدوجہد سب ہی بالکل ناکافی ثابت ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں یا تو خود کو سرمائے کے رحم و کرم پر چھوڑ دو، مصیبت میں پڑے رہو، اور قعرِ ذلت میں ڈوبتے جاؤ، یا پھر کوئی نیا اسلحہ تیار کرو۔ سامراجیت نے مزدور طبقے کے کثیر عوام کے سامنے یہی دو راستے کھول رکھے ہیں۔ سامراجیت مزدور طبقے کو انقلاب کے نزدیک ترین لے آئی ہے۔

دوسرا تضاد: یہ تضاد خام مال کے ذخیروں کے مخرج (ذرائع) اور نئے مقبوضات حاصل کرنے کی وہ جدوجہد ہے جو متعدد مالیاتی گروہوں اور سامراجی حکومتوں کے مابین ہوتی ہے۔ سامراجیت

سرمائے کی اس بر آمد کو کہتے ہیں جو دوسرے ملکوں کے کچے مال کے ذخیروں میں لگائی جائے۔ سامراجیت وہ دیوانہ وار کشمکش ہے جو ان ذخیروں پر بلا شرکت غیرے قبضہ کرنے کے لیے جاری رہتی ہے۔ وہ اس دنیا کے دوبارہ بٹوارے کی کشمکش ہے جس کے پہلے ہی حصے بخرے ہو چکے ہیں۔ یہ کشمکش بڑے غیض و غضب کی حالت میں چھیڑی جاتی ہے، جس میں ایک طرف وہ نئے مالیاتی گروہ اور حکومتیں ہوتی ہیں جو "آسمان تلے جگہ" کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور دوسری طرف ان کے مخالف وہ پرانے گروہ اور حکومتیں ہیں جو اس مالِ غنیمت کو مضبوطی سے پکڑے رکھتی ہیں۔ سرمایہ داروں کے متعدد گروہوں کی یہ دیوانہ وار کشمکش خاص طور سے قابلِ لحاظ ہے کیونکہ سامراجی جنگ، یعنی غیر ملکی علاقے پر قبضہ کرنے کی جنگ، بھی اس کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ بات اس لیے اور قابلِ لحاظ ہے کہ اس کی بدولت سامراجی کمزور ہوتے ہیں، بالعموم سرمایہ داری کی طاقت میں کمی آتی ہے، مزدور انقلاب کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور انقلاب کا ہونا عملی طور پر لازم ہو جاتا ہے۔

تیسر التضاد: یہ تضاد دنیا کی مٹھی بھر حکمران، "متمدن" قوموں اور محکوم اور ماتحت ملکوں کے کروڑوں عوام کے درمیان تضاد ہے۔ سامراجیت محکوم اور ماتحت ملکوں کے کمزور باشندوں کی شرمناک لوٹ اور انسانیت سوز مظالم کا دوسرا نام ہے۔ اس لوٹ اور اس ظلم کا مقصد زائد منافع حاصل کرنا ہے۔ لیکن ان ملکوں کو لوٹنے کے لیے سامراج کو مجبوراً ریل، فیکٹری اور کارخانے بنانے پڑتے ہیں، صنعتی اور تجارتی مراکز قائم کرنے ہوتے ہیں۔ اس پالیسی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مزدوروں کا ایک طبقہ ظہور میں آتا ہے، مقامی تعلیم یافتہ جماعت پیدا ہوتی ہے، قومی احساس بیدار ہوتا ہے اور تحریکِ آزادی کی نشوونما ہونے لگتی ہے۔ بلا استثناء، تمام محکوم اور مقبوضہ ملکوں میں انقلابی تحریک کی نشوونما اس بات کا بین ثبوت ہے۔ یہ صورتحال مزدور طبقے کے لیے اہمیت رکھتی

ہے کیونکہ اس کی بدولت محکوم اور ماتحت ملک سامراجیت کی معاون قوت ہونے کے بجائے مزدور انقلاب کی معاون قوت بن جاتے ہیں اور اس طرح سرمایہ داری کی بنیاد کھوکھلی ہونے لگتی ہے۔

یہ ہیں سامراجیت کے اہم تضادات جنہوں نے پہلے کی "سرسبر" سرمایہ داری کو جاں بہ لب سرمایہ داری میں تبدیل کر دیا ہے۔

دس برس پہلے جو سامراجی جنگ چھڑی تھی، اس کی اہمیت منجملہ اور باتوں کے اس امر میں پوشیدہ تھی کہ اس نے تمام متضاد قوتوں کو ایک گتھی میں الجھا کر انہیں جنگ کے میزان میں ڈال دیا اور اس طرح مزدور طبقے کی انقلابی لڑائیوں کی رفتار تیز کر دی اور اس میں سہولت پیدا کی۔

دوسرے لفظوں میں سامراجیت نے کچھ ایسا کیا کہ نہ صرف انقلاب عملی طور سے ناگزیر ہو گیا بلکہ سرمایہ داری کے قلعے پر براہِ راست حملہ کرنے کے لیے موافق حالات بھی پیدا ہو گئے۔

یہ تھے وہ بین الاقوامی حالات جن میں لینن ازم کی تخلیق ہوئی۔

کچھ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب سچ سہی لیکن اس کا روس سے کیا تعلق ہے؟ روس میں سامراجیت اپنی مکمل ترین شکل میں نمودار نہیں ہوئی تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ اس کا لینن سے کیا تعلق ہے جو خاص طور پر روس میں اور روس کے لیے کام کر رہا تھا؟ تمام ملکوں میں ایک روس ہی لینن ازم کا گہوارہ کیوں بنا؟ مزدور انقلاب کے نظریے اور اس کے طریقۂ کار کی بنیاد روس میں کیوں پڑی؟

اس لیے کہ روس سامراجیت کے ان تمام تضادات کا مرکز تھا۔ اس لیے کہ اور ملکوں کے مقابلے میں روس میں انقلاب کا مواد پک کر تیار ہو چکا تھا، اس وجہ سے اکیلے روس میں ہی یہ صلاحیت تھی کہ ان تضادات کو انقلابی طریقے سے حل کرے۔

پہلے یہ کہ زارشاہی روس، سب سے زیادہ انسانیت سوز اور بربریت آمیز قسم کے سرمایہ دارانہ نو آبادیاتی اور فوجی مظالم کا گھر تھا۔ کون نہیں جانتا کہ روس میں سرمایہ داری کے اقتدارِ اعلیٰ نے

زار کی مطلق العنانی سے ناتا جوڑ لیا تھا۔ روسی قوم پرست غیر روسی اقوام سے نفرت کرتے تھے اور انہیں اپنی اس نفرت میں زار کی جلاد صفت حرکتوں سے تقویت ملتی تھی۔ زار شاہی روس کے ہاتھوں ترکی، ایران اور چین جیسے وسیع علاقوں کی لوٹ نے فاتحانہ جنگوں کی صورت اختیار کر لی تھی۔ لینن نے ٹھیک کہا تھا کہ زاریت "فوجی اور جاگیر دارانہ سامراجیت" ہے۔ زاریت میں سامراجیت کی بدترین خصوصیات دگنی شدت کے ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔

مزید بر آں، زار شاہی روس مغربی سامراجیت کے لیے ایک وسیع اور محفوظ علاقہ تھا۔ بات صرف یہی نہیں تھی کہ یہاں غیر ملکی سرمایہ لگانے کی پوری آزادی تھی اور وہ (غیر ملکی سرمایہ) روس کی قومی معیشت کے بنیادی شعبوں جیسے کہ کوئلہ، تیل اور دھاتوں کی صنعت پر قابض تھا۔ اس کے علاوہ روس مغربی سامراجیت کو لاکھوں کی تعداد میں سپاہی بہم پہنچا سکتا تھا۔ یاد کیجیے کہ ایک کروڑ بیس لاکھ روسی سپاہیوں نے برطانوی اور فرانسیسی سرمایہ داروں کے اونچے منافعے کی حفاظت کرنے کے لیے سامراجی جنگ میں کس طرح اپنا خون بہایا تھا؟

مزید۔ زار شاہی روس مشرقی یورپ میں سامراج کا رکھوالا کتا ہی نہیں تھا بلکہ وہ مغربی سامراجیت کے دلال کا کام بھی کرتا تھا۔ پیرس، لندن، برلن، برسلز میں (سرمایہ داروں سے) جو قرضے لیے جاتے تھے، زاریت، مغربی سامراجیت کے لیے اس قرض کا سود (روس کے) لاکھوں کروڑوں عوام کا خون چوس کر وصول کرتی تھی۔

آخر میں یہ کہ ترکی، ایران اور چین وغیرہ کا حصہ بخرہ کرنے میں زاریت مغربی سامراجیت کی نہایت وفادار حلیف تھی۔ کسے نہیں معلوم کہ زاریت نے اتحادی سامراجیوں سے مل کر سامراجی جنگ میں شرکت کی تھی اور روس اس جنگ میں بڑی اہمیت رکھتا تھا؟

یہی وجہ ہے کہ زاریت اور مغربی سامراجیت کے مفاد باہم وابستہ تھے جو بالآخر سامراجی مفاد کے واحد گچھے میں گھل مل گئے تھے۔ ایسی صورت میں کیا مغربی سامراجیت یہ گوارا کر سکتی تھی کہ مشرق میں اس کا اتنا بڑا اسہارا، طاقت اور وسائل کا اتنا بیش قیمت مخزن، یعنی زار کا سرمایہ دار روس ہاتھ سے نکل جائے؟ زاریت کو محفوظ رکھنے اور بچانے کے لیے کیا وہ اپنی ساری طاقت لگا کر انقلابِ روس کے خلاف زندگی اور موت کی کشمکش کرنے سے باز آسکتی تھی؟ ہر گز نہیں۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو کوئی زاریت پر وار کرنا چاہتا تھا اس کے لیے سامراجیت پر وار کرنا بھی ضروری تھا، جس نے زاریت کے خلاف سر اٹھایا اسے سامراجیت کے خلاف بھی اٹھنا پڑا۔ کیونکہ جو کوئی زاریت کا تختہ الٹنے پر کمر باندھتا تھا اس کے لیے سامراجیت کا تختہ الٹنا بھی ضروری تھا، بشرطیکہ وہ زاریت کو صرف شکست دینا نہیں بلکہ اس کا قلع قمع کرنا چاہتا ہو۔ غرضیکہ زار دشمن انقلاب ایسے مقام پر پہنچ گیا تھا جہاں سے گزر کر اس کے لیے سامراج دشمن انقلاب، مزدور انقلاب، بن جانا لازم تھا۔

انہی دنوں روس میں ایک زبردست عوامی انقلاب ابھر رہا تھا جس کی رہنمائی دنیا کا سب سے زیادہ انقلابی مزدور طبقہ کر رہا تھا اور جسے روس کے انقلابی کسانوں کی زبردست حمایت حاصل تھی۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ ایسا انقلاب آدھے راستے پر رک نہیں سکتا تھا اور کامیابی کے صورت میں لازم تھا کہ وہ آگے بڑھے اور سامراجیت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرے؟

یہی وجہ ہے کہ روس سامراجیت کے تضادات کا مرکز بنا۔ اس کے معنی صرف یہ نہیں کہ روس میں ہی یہ تضادات اور ان کے نفرت انگیز اور ناقابلِ برداشت خدوخال اچھی طرح نمایاں ہو چکے تھے۔ اور نہ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ روس مغربی سامراجیت کا ایک اہم ترین ستون تھا اور مشرق کے محکوم ملکوں سے مغرب کے مالیاتی سرمائے کا تعلق قائم کیا کرتا تھا بلکہ اس کا سبب یہ

بھی تھا کہ روس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں دراصل وہ قوت وجود میں آچکی تھی جس میں سامراجیت کے تضادات کو انقلابی طریقے سے حل کرنے کی صلاحیت تھی۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ روسی انقلاب کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ مزدور انقلاب کی شکل اختیار کر لے، اس کی نوعیت شروع سے ہی بین الاقوامی ہو اور اس طرح وہ عالمگیر سامراجیت کی بنیادوں کو ہلا دے۔

ان حالات میں روسی کمیونسٹوں کے لیے کیا یہ ممکن تھا کہ اپنے عمل کو انقلابِ روس کے تنگ قومی دائرے میں محدود کر دیں؟ ہرگز نہیں۔ اس کے برعکس، حالات–اندرونی (شدید انقلابی بحران) اور بیرونی (جنگ کے) حالات–ان کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ ان قومی حدود سے قدم باہر نکالیں، اپنی جدوجہد کو بین الاقوامی شکل دے دیں، سامراجیت کے ناسور کو سب کی نظروں کے سامنے لے آئیں، یہ ثابت کریں کہ سرمایہ داری کا خاتمہ اٹل ہے، سوشلسٹوں کی جنگجو قوم پرستی اور سماجی امن پسندی دونوں کا ہی قلع قمع کریں اور بالآخر، اپنے ملک میں سرمایہ داری کا تختہ الٹ دیں اور مزدور طبقے کے لیے جنگ کا ایک نیا ہتھیار، یعنی مزدور انقلاب کا نظریہ اور طریقہِ کار تیار کریں تاکہ تمام ملکوں میں مزدور طبقہ با آسانی سرمایہ داری کا خاتمہ کر سکے۔ روسی کمیونسٹ اس کے سوا اور کیا کر سکتے تھے کیونکہ اسی صورت میں بین الاقوامی حالات میں ایسی تبدیلی ممکن تھی جس سے روس میں سرمایہ داری کے دوبارہ قدم جمانے کی گنجائش باقی نہ رہے۔

یہی وجہ ہے کہ روس لینن ازم کا گہوارہ بنا اور روسی کمیونسٹوں کے رہنما لینن نے اس کی بنیاد ڈالی۔ لینن کو روس میں انہی حالات کا سامنا ہوا جن سے مارکس اور اینگلز کا پچھلی صدی کی چوتھی دہائی (1840ء–1850ء) میں جرمنی میں سامنا ہوا تھا۔ اس وقت جرمنی، جیسا کہ آگے چل کر بیسویں صدی کے آغاز میں روس کا حال ہوا، سرمایہ دارانہ انقلاب کے لیے سب سے زیادہ موزوں

تھا۔ چنانچہ، مارکس نے کمیونسٹ مینی فیسٹو [7] میں لکھا: "جرمنی کمیونسٹوں کی توجہ کا خاص مرکز ہے کیونکہ وہاں سرمایہ دار انقلاب کا آغاز ہونے والا ہے۔۔۔ انقلاب مغربی تہذیب کے زیادہ ترقی یافتہ ماحول میں ہوگا۔ اس ملک کا مزدور طبقہ بھی سترہویں صدی کے برطانوی مزدور طبقے اور اٹھارویں صدی کے فرانسیسی مزدور طبقے کے مقابلے میں بہت زیادہ ترقی کر چکا ہے۔ جرمنی کے مرکزِ توجہ ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دار انقلاب اپنے بعد آنے والے مزدور انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔" (مارکس اور اینگلز، منتخب تصانیف، جلد 1، ص 61)۔

دوسرے لفظوں میں، انقلابی تحریک کا مرکز جرمنی میں منتقل ہو رہا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ مارکس نے مندرجہ بالا عبارت میں جن حالات کا تذکرہ کیا ہے وہی جرمنی میں علمی سوشلزم کے ظہور کا باعث ہوئے اور جرمن مزدور طبقے کے رہنماؤں، مارکس اور اینگلز، نے اس کی بنیاد رکھی۔

بیسویں صدی کے آغاز میں روس کے متعلق یہی بات زیادہ صحت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے۔ روس میں اس وقت سرمایہ دار انقلاب کی ابتداء ہوئی تھی۔ روس کو یہ انقلاب اس وقت انجام دینا تھا جب یورپ بہت ترقی کر چکا تھا اور انگلستان اور فرانس کا تو ذکر ہی کیا، روس کا مزدور طبقہ جرمنی سے بھی بہت آگے بڑھ گیا تھا۔ مزید برآں، تمام واقعات اس بات کی شہادت دے رہے تھے کہ یہ انقلاب ایک ہیجان برپا کرے گا اور مزدور انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ ہم اسے محض اتفاق نہیں کہہ سکتے کہ 1902ء میں ہی جبکہ انقلابِ روس ابھی نہایت ابتدائی حالت میں تھا، لینن نے اپنی کتاب "کیا کیا جائے؟" میں پیش گوئی کی تھی کہ: "تاریخ نے ہم پر (یعنی روسی مارکسیوں پر – اسٹالن) ایک فوری فریضہ عائد کیا ہے جو ان تمام فوری فریضوں میں جو کسی ملک کے مزدور طبقے کے سامنے ہیں سب سے زیادہ انقلابی ہے۔ اس فریضے کی تکمیل سے نہ صرف یورپ بلکہ ایشیاء کی

رجعت پسندی کے سب سے مضبوط قلعے کو ڈھا دینے سے روس کا مزدور طبقہ دنیا بھر کے انقلابی مزدور طبقے کا رہنما بن جائے گا۔"

دوسرے لفظوں میں انقلابی تحریک کے مرکز کا روس میں منتقل ہونا لازمی تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ روس میں انقلاب نے جو راستہ اختیار کیا اس سے لینن کے الفاظ کی پوری پوری تصدیق ہو چکی ہے۔

پھر اگر مزدور انقلاب کے نظریے اور طریقہِ کار کی بنیاد اس سرزمین پر پڑی جہاں اتنے بڑے انقلاب کی تکمیل ہو چکی ہے اور جہاں مزدور طبقہ اس قدر انقلابی ہے تو حیرت کیوں ہو؟

اگر اس مزدور طبقے کے رہنما لینن نے اس نظریے اور طریقہِ کار کی بنیاد ڈالی اور وہ بین الاقوامی مزدور طبقے کا رہنما تسلیم کیا گیا تو حیرت کیوں ہو؟

2۔ طریقہ

میں بتا آیا ہوں کہ مارکس اور اینگلز سے لے کر لینن تک ایک پورا دور گزرا ہے جس میں دوسری انٹر نیشنل کی موقع پسندی کا بول بالا رہا ہے۔ صحتِ بیان کی خاطر میں یہ بھی کہہ دوں کہ میری منشاء موقع پسندی کے ظاہری تسلط سے نہیں بلکہ اس کے واقعی تسلط سے ہے۔ بظاہر دوسری انٹر نیشنل کے رہنما "وفادار" اور "کٹر" مارکسی تھے، جیسے کاؤتسکی[8] وغیرہ۔ لیکن عملا دوسری انٹر نیشنل کے تمام اہم کاموں میں موقع پرستی کا راستہ اختیار کیا جاتا تھا۔ موقع پرستوں کی فطرت میں بدلنے کی صلاحیت تھی۔ اس لیے وہ سرمایہ داروں کے حسب منشا بدل گئے۔ رہ گئے "کٹر" مارکسی تو وہ "اتحاد" اور "پارٹی میں امن" قائم رکھنے کی غرض سے موقع پرستوں کے حسب منشا بدلے۔ اس

طرح موقع پرستوں نے اپنا اقتدار قائم کر لیا۔ سرمایہ داروں کی پالیسی میں اور ان "کٹر" مارکسیوں کی پالیسی میں ہمیشہ ساز باز ہوتی رہی۔

یہ دور سرمایہ داری کی نسبتاً پر امن نشوونما کا دور تھا، گویا جنگ سے پہلے کا دور۔ ابھی سامراجیت کے پر آشوب تضادات اس قدر نمایاں طور پر سامنے نہیں آئے تھے۔ مزدوروں کی معاشی ہڑتالیں اور مزدور یونین کی نشوونما کم و بیش "حسبِ معمول" تھی، پارلیمانی انتخابات کی مہم اور پارلیمانی پارٹیاں "حیرت انگیز" کامیابیاں حاصل کر رہی تھیں۔ جدوجہد کی قانونی شکلوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جا رہے تھے اور یہ خیال عام ہو چلا تھا کہ سرمایہ داری کو قانونی ذرائع سے "ہلاک" کیا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں کے پھلنے پھولنے کے دن تھے اور انقلاب، مزدور آمریت یا عوام کی انقلابی تعلیم کے بارے میں کوئی سنجیدگی سے غور کرنے کو آمادہ نہ تھا۔

ایک مکمل انقلابی نظریے کے بدلے متضاد خیالی مفروضات اور نظریوں کے چند ایسے بے ربط اجزاء رائج تھے جنہیں عوام کی اصلی انقلابی کشاکش سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جن کی حیثیت فرسودہ عقائد سے زیادہ نہیں رہ گئی تھی۔ دکھانے کو بے شک مارکس کے نظریے کا نام لیا جاتا تھا مگر غرض صرف یہی تھی کہ اس کی انقلابی روح کو کچل ڈالا جائے۔

انقلابی پالیسی کے بدلے اصولی بے مائیگی، کم نظری اور سیاسی سمجھوتہ بازی تھی، پارلیمانی چالبازی اور پارلیمانی ریشہ دوانی تھی۔ دکھانے کو بے شک انقلابی تجویزیں اور نعرے منظور کیے جاتے تھے لیکن غرض صرف یہی تھی کہ انہیں بالائے طاق رکھ دیا جائے۔

پارٹی کی تربیت کرنے اور اس کو یہ تعلیم دینے کے بجائے کہ وہ خود اپنی غلطیوں سے سبق سیکھ کر صحیح معنی میں انقلابی طریقۂ کار تک پہنچ سکے، وہ اہم ترین مسائل سے جان بوجھ کر پہلو تہی کرتے،

ان کو نظر انداز کرتے اور ان پر پردہ ڈال دیتے تھے۔ دکھانے کو بے شک انہیں اہم ترین مسائل پر بحث مباحثہ کرنے میں کوئی باک نہ ہوتی لیکن غرض صرف یہی تھی کہ آخر میں ایک "لوچ دار" تجویز منظور کر کے اس قصے کو ختم کر دیا جائے۔

یہ تھے دوسری انٹر نیشنل کے خدوخال، اس کے کام کے طریقے، اس کے ہتھیار!

اسی اثناء میں سامراجی جنگوں اور مزدور طبقے کی انقلابی لڑائیوں کا ایک نیا دور قریب آرہا تھا۔ مالیاتی سرمائے کے کامل اقتدار کے مقابلے میں جدوجہد کے پرانے طریقے ناکافی اور بے اثر ثابت ہو رہے تھے۔

یہ ضروری ہو گیا کہ دوسری انٹر نیشنل کی تمام سرگرمیوں کا، اس کے سارے طریقۂ کار کا ایک ایک کر کے جائزہ لیا جائے اور ہر قسم کی اصولی بے مائیگی اور تنگ نظری، سیاسی منصوبہ بازی، غداری، جنگجو وطن پرستی اور سماجی امن پسندی دور کر دی جائے۔ یہ ضروری ہو گیا کہ دوسری انٹر نیشنل کے پورے اسلحہ خانے کا معائنہ کیا جائے، اس کے تمام زنگ آلود، پرانے، بے مصرف ہتھیاروں کو نکال پھینکا جائے اور نئے ہتھیار تیار کیے جائیں۔ ان ابتدائی امور کو انجام دیے بغیر سرمایہ داری کے خلاف جنگ کا اعلان کرنا بے کار تھا۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں خطرہ تھا کہ مستقبل کی انقلابی لڑائیوں میں مزدور طبقے کے پاس ہتھیار کافی نہیں ہوں یا وہ بالکل ہی نہتا ہو۔

دوسری انٹر نیشنل کا مکمل جائزہ لینے اور اسے ہر قسم کی گندگی اور آلودگی سے پاک کرنے کی عزت لینن ازم کو نصیب ہوئی۔

یہ تھے وہ حالات جن میں لینن ازم کے طریقۂ کار کی بنیاد پڑی اور وہ کندن بن کر نکلا۔

اس طریقۂ کار کی ضروریات کیا ہیں؟

پہلے یہ کہ دوسری انٹر نیشنل کے کٹر اصولوں کو عوام کی انقلابی جدوجہد کی کسوٹی پر، زندہ عمل کی کسوٹی پر پرکھا جائے، یعنی نظریے اور عمل کے ٹوٹے ہوئے اتحاد کو دوبارہ قائم کیا جائے، ان میں جو خلیج حائل ہوگئی ہے، اسے پاٹ دیا جائے، کیونکہ ایک سچی مزدور پارٹی قائم کرنے کا جو انقلابی نظریے سے مسلح ہو یہی ایک طریقہ ہے۔

دوسرے یہ کہ دوسری انٹر نیشنل کی پارٹیوں کی آزمائش ان کے نعروں اور تجویزوں سے نہیں (ان کا کوئی بھروسہ نہیں) بلکہ ان کے قول و فعل سے کی جائے، کیونکہ مزدور عوام کا اعتماد حاصل کرنے اور اس کا اہل بننے کا یہی ایک طریقہ ہے۔ تیسرے یہ کہ پارٹی کے تمام کام کی نئے اور انقلابی اصول پر از سرِ نو تنظیم کی جائے، کیونکہ عوام کو مزدور انقلاب کے لیے تیار کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے۔

یہ ہے لینن ازم کے طریقۂ کار کی بنیاد اور اس کا لب لباب۔

یہ طریقہ عمل میں کیسے لایا گیا؟

دوسری انٹر نیشنل کے موقع پرستوں کے کئی کٹر اور جامد اصول ہیں اور وہ آغاز میں ہمیشہ انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ آیئے ہم ان میں سے چند پر غور کریں۔

پہلا کٹر اصول ان حالات کے متعلق ہے جن میں مزدور طبقہ سیاسی اختیارات اور اقتدار پر قبضہ حاصل کر سکتا ہے۔ موقع پرستوں کا کہنا ہے کہ مزدور طبقہ اس وقت تک اقتدار حاصل نہیں کر سکتا اور نہ اسے کرنا چاہیے جب تک ملک میں اس کی اکثریت نہ ہو جائے۔ اس دعوے کی حمایت میں کوئی دلیل پیش نہیں کی جاتی کیونکہ اس مہمل دعوے کے جواز میں نظری یا عملی کسی طرح کا کوئی ثبوت ہو بھی نہیں سکتا۔ دوسری انٹر نیشنل کے ان اصحاب کے جواب میں لینن کہتا ہے: "مانا کہ تمھارا دعوی صحیح ہے۔ لیکن فرض کرو کہ ایسی تاریخی صورتحال (جنگ، زرعی بحران وغیرہ)

پیدا ہو گئی ہے، جس میں مزدور طبقے کو، جو ملک میں اقلیت ہے، یہ موقع مل گیا ہے کہ محنت کش عوام کی وسیع اکثریت کو اپنے ساتھ لے سکے تو اس وقت وہ اقتدار کیوں نہ حاصل کرے؟ سرمایہ داری کے مورچے میں شگاف ڈالنے اور اس کے انجام کو قریب تر لانے کے لیے مزدور طبقہ بین الاقوامی اور اندرونی حالات سے فائدہ کیوں نہ اٹھائے؟ کیا مارکس نے پچھلی صدی کے وسط میں ہی یہ نہیں کہا تھا کہ اگر "ایک نئی کسان جنگ" کی مدد ملتی تو جرمنی میں مزدور انقلاب کا انجام "بہت روشن" ہوتا؟ مثلاً، کیا یہ بات سبھی کو نہیں معلوم کہ ان دنوں جرمنی میں مزدور طبقے کی تعداد 1917ء کے روس سے بھی کم تھی؟ روس کے مزدور انقلاب کے عملی تجربے سے کیا یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ دوسری انٹرنیشنل کے سورماؤں کا یہ پسندیدہ اصول مزدور طبقے کے لیے قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتا؟ کیا یہ بات صاف نہیں ہو جاتی کہ عوام کی انقلابی جدوجہد کے تجربے نے اس دقیانوسی اصول کو غلط ثابت کر دیا ہے اور اس کی دھجیاں اڑا دی ہیں؟

دوسرا دقیانوسی اصول یہ ہے کہ اگر ایسے تربیت یافتہ اور منظم کارکن کافی تعداد میں نہ ملیں جو ملک کا نظم و نسق چلا سکیں تو مزدور طبقہ اپنے ہاتھوں میں اقتدار قائم نہیں رکھ سکے گا۔ یعنی، ان کارکنوں کو پہلے سرمایہ داری کے زمانے میں تربیت دی جائے اور پھر اقتدار حاصل کیا جائے۔ جواب میں لینن کہتا ہے کہ فرض کرو کہ یہ دعوی سچا ہے۔ لیکن ایسا کیوں نہ کیا جائے: پہلے اقتدار حاصل کرو، مزدور طبقے کی ترقی کے لیے موافق حالات پیدا کرو، اور پھر لمبے لمبے قدم اٹھا کر محنت کش عوام کے تہذیبی معیار کو بلند کرو، اور مزدوروں میں سے رہنمائی کرنے اور نظم و نسق چلانے کے لیے بے شمار کارکن پیدا کرو۔ کیا روس کے تجربے سے یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ جو کارکن رہنمائی کے لیے عام مزدوروں میں سے آئے ان کی ترقی کی رفتار مزدور راج میں سرمایہ داری دور کے مقابلے میں

سوگنی تیز اور کہیں زیادہ بااثر ہوتی ہے؟ کیا یہ بات صاف نہیں ہوگئی کہ عوام کی انقلابی جدوجہد کے تجربے نے موقع پرستوں کے اس جامد اصول کو بھی درہم برہم کر دیا ہے؟

تیسرا دقیانوسی اصول یہ ہے کہ مزدور طبقہ عام سیاسی ہڑتال کا طریقہ قبول نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اصولا درست نہیں (دیکھیں اینگلز کی تنقید) اور عملا خطرناک ہے (کیونکہ اس سے ملک کی معاشی زندگی میں خلل پڑے گا۔ اس سے مزدور یونینوں کی تجوری خالی ہو جائے گی، اسے پارلیمانی جدوجہد کی جگہ اختیار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ تو مزدور طبقے کی طبقاتی جدوجہد کی خاص شکل ہے)۔ لینن کے پیروکار جواب میں کہتے ہیں: بہت خوب۔ لیکن پہلی بات تو یہ کہ اینگلز نے ہر قسم کی عام ہڑتال کی مخالفت نہیں کی۔ اس نے ایک خاص قسم کی ہڑتال کی، مزدور طبقے کی سیاسی ہڑتال کی جگہ ہمہ گیر معاشی ہڑتال کی مخالفت کی تھی جس کی تلقین نراجی (انارکسٹ) کیا کرتے تھے۔ سیاسی ہڑتال سے اس کا کیا تعلق ہے؟ دوسری بات یہ کہ کس نے اور کب یہ ثابت کیا کہ پارلیمانی جدوجہد مزدور طبقے کی جدوجہد کی سب سے بنیادی شکل ہے؟ انقلابی تحریک کی تاریخ سے کیا یہ نہیں ثابت ہوتا کہ مزدور طبقے کی پارلیمانی جدوجہد تو غیر پارلیمانی جدوجہد کے لیے صرف ایک درسگاہ کا کام کرتی ہے اور غیر پارلیمانی جدوجہد کو فروغ دینے میں مدد دیتی ہے اور یہ کہ سرمایہ داری کے دور میں مزدور طبقے کی تحریک کے بنیادی مسائل طاقت سے، مزدور عوام کی براہِ راست جدوجہد سے، ان کی عام ہڑتال اور بغاوت سے حل ہوتے ہیں؟ تیسرے یہ کہ یہ رائے کس نے دی کہ پارلیمانی جدوجہد کے بجائے سیاسی عام ہڑتال کا طریقہ اختیار کیا جائے؟ عام سیاسی ہڑتالوں کے حامیوں نے کب اور کہاں یہ کوشش کی کہ جدوجہد کی پارلیمانی شکلوں کی جگہ غیر پارلیمانی شکلوں کو اختیار کیا جائے؟ چوتھے، کیا روس کے انقلاب سے یہ ثابت نہیں ہوگیا کہ عام سیاسی ہڑتال مزدور انقلاب کی سب سے بڑی درسگاہ ہے اور سرمایہ داروں کے قلعے پر حملے کے وقت

مزدور طبقے کے کثیر عوام کو جمع کرنے اوران کی تنظیم کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے؟ پھر معاشی زندگی کی باقاعدگی اور مزدور یونین کی تجوری میں خلل پڑنے پر یہ ناشائستہ گریہ وماتم کیوں؟ کیا یہ بات صاف نہیں ہے کہ انقلابی جدوجہد کے تجربے نے موقع پرستوں کے اس اصول کو بھی درہم برہم کر دیاہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

اسی لیے لینن نے کہا تھا کہ "انقلابی نظریہ کوئی جامد اور کٹر اصول نہیں ہے۔" اور "نظریے کی تدوین صرف اسی وقت مکمل ہوتی ہے جب وہ ایک سچی عوامی اورانقلابی تحریک کے عمل سے اپنا قریبی تعلق قائم کرلے"،(حوالہ: "کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری")، کیونکہ ہر نظریے کو عمل کے کام آنا چاہیے، کیونکہ "ہر نظریے کو ان سوالوں کا جواب دینا چاہیے جو عمل سے پیدا ہوتے ہیں"، (حوالہ: "عوام کے دوست کون ہیں؟")، کیونکہ اس کی آزمائش عمل کی کسوٹی پر ہونا چاہیے۔

جہاں تک دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں کے سیاسی نعروں اور سیاسی تجزیوں کا تعلق ہے ان کے "جنگ کے خلاف جنگ" والے نعرے کی تاریخ پر نظر ڈالنا کافی ہے۔ اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ ان پارٹیوں کا سیاسی عمل کتنا جھوٹا اور گندہ ہے۔ وہ اپنی انقلاب دشمن حرکتوں پر پردہ ڈالنے کے لیے بلند بانگ انقلابی نعروں اور تجویزوں سے کام لیتی ہیں۔ باسلے کانگریس کے موقع پر دوسری انٹرنیشنل کا "عالی شان" مظاہرہ ہم سب کو یاد ہے۔ اس وقت اس نے سامراجیوں کو جنگ شروع کرنے کی صورت میں بغاوت کی دھمکی دی تھی اور "جنگ کے خلاف جنگ" کا نعرہ بلند کیا تھا۔ لیکن اس بات کو کون بھول سکتا ہے کہ کچھ دنوں بعد لڑائی کی عین ابتداء کے موقع پر باسلے کی تجویز بالائے طاق رکھ دی گئی اور مزدوروں کے سامنے ایک نیا نعرہ پیش کیا گیا: اپنے سرمایہ دار وطن کی عظمت کی خاطر ایک دوسرے کو قتل کرو! کیا یہ بات صاف نہیں ہے کہ انقلابی نعروں

اور تجویزوں کی تائید عمل سے نہ کی جائے تو ان کی زرہ برابر قیمت نہیں ہے؟ جنگ کے دوران میں دوسری انٹر نیشنل کی دھوکہ باز پالیسی کے مقابلے میں لینن ازم کی پالیسی تھی کہ سامراجی جنگ کو خانہ جنگی میں تبدیل کر دو۔ دوسری انٹر نیشنل کی پالیسی کا مقابلہ لینن ازم کے اس طریقہِ کار سے کرو تو موقع پرست سیاسی رہنماؤں کا انتہائی بازاری پن اور اس کے برعکس لینن ازم کے طریقہِ کار کی عظمت واضح ہو جاتی ہے۔ میں اس موقع پر لینن کی کتاب "مزدور انقلاب اور غدار کاؤتسکی" سے ایک عبارت نقل کرنے پر مجبور ہوں جس میں لینن نے دوسری انٹر نیشنل کے رہنما کاؤتسکی کو خوب پھٹکارا ہے کیونکہ وہ دوسرے موقع پرستوں کی طرح سیاسی پارٹیوں کو عمل کے بجائے ان کے کاغذی نعروں اور ان کی دستاویزات کی روشنی میں جانچتا تھا: "یہ دعوی کر کے کہ۔۔۔ نعرہ پیش کرنے سے سیاسی صورتحال بدل جاتی ہے، کاؤتسکی ایک گھٹیا قسم کی جاہلانہ پالیسی پر عمل کر رہا ہے۔ سرمایہ دار جمہوریت کی تاریخ اس فریب کو باطل کر چکی ہے۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے سرمایہ دارانہ جمہوریت پسندوں نے ہمیشہ طرح طرح کے "نعرے" بلند کیے ہیں اور آج بھی کرتے ہیں۔ سوال ان کی دیانت کو آزمانے کا ہے، ان کے الفاظ کو ان کے عمل کی کسوٹی پر جانچنے کا ہے۔ ان کے خوش رنگ فقروں یا جھوٹے دعووں سے مطمئن ہو جانے کا نہیں بلکہ طبقاتی حقیقت کو کھنگالنے کا ہے۔" (لینن، منتخب تصنیفات، جلد 7، صفحہ 172)۔

مجھے یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ دوسری انٹر نیشنل کی پارٹیاں خود اپنی تنقید کرنے سے کس قدر خائف ہیں اور ان کو اپنی غلطیوں کو چھپانے کی، ناگوار مسائل کو نظر انداز کر جانے کی اور خوش حالی کی جھوٹی نمائش سے اپنی خامیوں پر پردہ ڈالنے کی کیسی عادت ہے۔ اس عادت سے غور و فکر کی قوت مردہ ہو جاتی ہے، اس عادت سے اپنی غلطیوں سے سبق لے کر پارٹی کی انقلابی تربیت کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ لینن نے اسی عادت کا مضحکہ اڑایا ہے۔ مزدور پارٹیوں میں خود اپنی

تنقید کے بارے میں لینن نے اپنی کتاب "کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری" میں لکھا تھا:
"کسی سیاسی پارٹی کا اپنی غلطیوں کی طرف جو رویہ ہوتا ہے اس سے یقینی طور پر یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس پارٹی میں خلوص کا عنصر کتنا ہے اور وہ ان فرائض کو جو اس پر اپنے طبقے اور محنت کش عوام کی طرف سے عاید ہوتے ہیں عملی طور پر کس طرح پورا کرتی ہے۔ ایمانداری سے اپنی غلطی تسلیم کرنا، اس کے اسباب کا پتہ لگانا، جن حالات میں وہ سرزد ہوئی ان کی چھان بین کرنا، اور اس کی اصلاح کے طریقوں پر اچھی طرح بحث مباحثہ کرنا، یہ ہے ایک سنجیدہ پارٹی کا طرہِ امتیار، اپنے فرائض کو انجام دینے اور اپنے طبقے اور پھر عوام کی تعلیم و تربیت کا طریقہ۔" (لینن، منتخب تصانیف، جلد 1، صفحہ 98)۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی غلطیوں کا اظہار اور اپنی ذاتی تنقید پارٹی کے لیے مضر ہیں کیونکہ دشمن ان چیزوں کو مزدور طبقے کی پارٹی کے خلاف استعمال کر سکتا ہے۔ لینن نے اس اعتراض کو کوئی اہمیت نہیں دی اور بالکل لغو سمجھا۔ چنانچہ، 1904ء میں ہی جب ہماری پارٹی بہت چھوٹی اور کمزور تھی، اس نے اپنی کتاب "ایک قدم آگے دو قدم پیچھے" میں لکھا تھا: "وہ لوگ (یعنی مارکسیوں کے مخالفین-اسٹالن) ہمارے اختلافات پر خوش ہوتے ہیں اور ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔ بے شک وہ یہ کوشش بھی کریں گے کہ میری کتاب سے چند غیر متعلقہ عبارتوں کو، جن میں ہماری پارٹی کی خامیوں اور کمزوریوں کا ذکر ہے، چن کر الگ کر لیں اور اپنے مقصد کے لیے استعمال کریں۔ روسی مارکسی جدوجہد میں اب اس قدر پختہ ہو چکے ہیں کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔ اور ان کے باوجود وہ خود اپنی تنقید کرنے اور اپنی کمزوریوں کے انکشاف کا کام جاری رکھیں گے۔ یہ کمزوریاں لازماً اور یقیناً مزدور طبقے کی تحریک کی نشوونما کے ساتھ دور ہوتی جائیں گی۔" (لینن، منتخب تصانیف، جلد 2، صفحہ 41)۔

یہ ہیں لینن ازم کے طریقہِ کار کی ممتاز خصوصیات۔

لینن کے طریقہِ کار کی یہ خصوصیات مارکس کی تعلیمات میں بھی موجود ہیں۔ یہ تعلیمات خود مارکس کے الفاظ میں "دراصل تنقیدی اور انقلابی" ہیں۔ یہی تنقیدی اور انقلابی روح لینن کے طریقہِ کار میں شروع سے آخر تک سرایت کرگئی ہے۔ لیکن یہ سمجھنا کہ لینن کا طریقہِ کار محض مارکس کے طریقہِ کار کی تجدید ہے، غلط ہے۔ در حقیقت لینن کے طریقہِ کار نے مارکس کے تنقیدی اور انقلابی طریقہِ کار کو، اس کی مادی جدلیت[9] کو صرف نئی زندگی عطا نہیں کی بلکہ اسے زیادہ عملی اور واضح بنایا اور اسے مزید ترقی دی۔

3۔ نظریہ

اس موضوع پر میں تین مسائل سے بحث کروں گا۔ (الف) مزدور تحریک کے لیے نظریے کی اہمیت۔ (ب) نظریہ "خودروی" کی تنقید۔ (ج) مزدور انقلاب کا نظریہ۔

(الف) نظریے کی اہمیت: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لینن ازم نظریے پر عمل کی فوقیت کا نام ہے، یعنی اس کی اصل خصوصیت مارکسی نظریوں کو عملی جامعہ پہنانا، ان کو "بجالانا" ہے اور جہاں تک نظریے کا سوال ہے تو کہا جاتا ہے کہ لینن ازم اس سے کچھ بے تعلق سا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پلیخانوف[10] نظریے اور خصوصا "فلسفے سے" بے تعلقی پر اکثر لینن کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آج کل کے بہت سے لینن اسٹ عملی کارکنوں کو نظریہ کچھ زیادہ پسند نہیں ہے خصوصا اس وجہ سے کہ موجودہ حالات میں ان پر کام کا بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے۔ میں یہ اعلان کردینا چاہتا ہوں کہ لینن اور لینن ازم کے بارے میں یہ عجیب و غریب رائے بالکل غلط ہے

اور اصلیت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ نظریے سے عملی کارکنوں کی بے پروائی برتنے کی کوشش لینن ازم کی اصل منشاء کے بالکل خلاف ہے اور نصب العین کے حق میں بے حد خطرناک و مضر ہے۔

نظریہ نام ہے تمام ملکوں کی مزدور تحریک کے عام اور مجموعی تجربے کا۔ بے شک نظریہ اگر انقلابی عمل سے وابستہ نہ ہو تو بے معنی ہے بالکل اسی طرح جیسے اگر عمل کی راہ میں انقلابی نظریے کی روشنی نہ ہو تو وہ عمل اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے کے برابر ہے۔ لیکن اگر کوئی نظریہ انقلابی عمل سے اٹوٹ تعلق کی بنیاد پر قائم کیا جائے تو مزدور طبقے کی تحریک میں وہ ایک زبردست طاقت بن سکتا ہے۔ کیونکہ صرف اسی سے تحریک میں اعتماد پیدا ہو سکتا ہے، راستے کی سمت متعین کرنے کی صلاحیت آسکتی ہے اور گرد و پیش کے واقعات کا باہمی تعلق سمجھ میں آسکتا ہے۔ صرف اسی سے عمل میں یہ تمیز کرنے کی قدرت پیدا ہوتی ہے کہ طبقے آج کس طرح اور کس سمت میں حرکت کریں گے۔ وہ صرف لینن ہی تھا جس نے بار بار اس بات کا اعلان کیا کہ: "انقلابی نظریے کے بغیر انقلابی تحریک ناممکن ہے"۔ (لینن، منتخب تصنیفات، جلد 2، صفحہ 47)۔

لینن نظریے کی اہمیت کو دوسرے تمام لوگوں سے بہتر سمجھتا تھا، خصوصا ہماری جیسی پارٹی کے لیے، کیونکہ اسی کو بین الاقوامی مزدور طبقے کا رہنما بن کر لڑنے کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ اور اس لیے بھی کہ پارٹی کو جن قومی اور بین الاقوامی حالات میں کام کرنا تھا وہ بہت پیچیدہ تھے۔ 1902ء میں ہی پارٹی کے اس مخصوص فریضے کی پیش بینی کرتے ہوئے لینن نے یہ بتانا ضروری سمجھا تھا کہ: "رہنمائی کا فرض صرف وہی پارٹی انجام دے سکتی ہے جو سب سے زیادہ ترقی یافتہ نظریے کی روشنی میں چلتی ہے"۔ (ایضا، صفحہ 48)

آج جبکہ ہماری پارٹی کے اس فریضے کے متعلق لینن کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہے تو یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ لینن کا یہ دعوی زیادہ قوی ہو گیا ہے اور اسے بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔

لینن نے نظریے کو جو اہمیت دی ہے اس کا سب سے بڑا ثبوت شاید یہ واقعہ ہے کہ اینگلز سے لے کر اس کے اپنے وقت تک کے سائنس کے جتنے اہم کارنامے تھے ان کی بنیاد پر مادیت پسند فلسفے کی روشنی میں کلیے قائم کرنے اور بعض مارکسیوں کے مادیت دشمن رجحانات پر سیر حاصل تنقید کرنے کے اہم ترین کام کا بیڑہ لینن کے سوا کسی اور نے نہیں اٹھایا۔ اینگلز کا قول ہے کہ "مادیت پسندی ہر نئی اور اہم دریافت کے ساتھ ایک نیا پہلو اختیار کرے گی"۔ سبھی جانتے ہیں کہ اپنی غیر معمولی تصنیف "مادیت اور تجرباتی تنقید" میں لینن ہی نے اپنے عہد کے لیے یہ کام انجام دیا۔ کسی اور سے یہ نہ بن پڑا۔ سبھی جانتے ہیں کہ پلیخانوف نے جو فلسفے سے "بے تعلقی" پر لینن کا مذاق اڑایا کرتا تھا، اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی کبھی ہمت بھی نہیں کی۔

(ب) نظریہ "خودروی" کی تنقید یا تحریک میں رہنما کا حصہ: خودروی کا "نظریہ" موقع پرستی کا نظریہ ہے، مزدور تحریک کی خودروی کی پرستش کا نظریہ ہے۔ یہ نظریہ اس حقیقت سے انکار کرتا ہے کہ مزدور طبقے کے ہراول یعنی مزدور طبقے کی پارٹی کا کام رہنمائی کرنا ہے۔

خودروی کی پرستش کا نظریہ مزدور طبقے کی تحریک کے انقلابی کردار کا قطعی مخالف ہے۔ یہ اس بات کا مخالف ہے کہ تحریک سرمایہ داری کی بنیادوں کے خلاف جدوجہد کا راستہ اختیار کرے۔ یہ اس خیال کا حامی ہے کہ تحریک صرف انہی مطالبات کے لیے سعی و کوشش کرے جو "حاصل ہو سکتے ہوں" یعنی جو مطالبات سرمایہ داروں کے لیے قابلِ قبول ہوں۔ یہ نظریہ "سب سے آسان راستہ" اختیار کرنے کا حامی ہے، خودروی کا نظریہ مزدور سبھائیت[11] (ٹریڈ یونین ازم) کا نظریہ ہے۔

خودروی کی پرستش کا نظریہ خود رو تحریک میں شعور اور نظم وترتیب پیدا کرنے کا قطعی مخالف ہے۔ یہ اس خیال کا مخالف ہے کہ پارٹی مزدور طبقے کے آگے رہے یا پارٹی مزدور عوام میں طبقاتی شعور پیدا کرے یا تحریک کی رہنمائی کرے۔ یہ اس خیال کا حامی ہے کہ تحریک اپنا راستہ خود بنالے اور تحریک کے باشعور عناصر اس میں مزاحمت نہ کریں۔ یہ اس خیال کا حامی ہے کہ پارٹی کا کام صرف یہ ہے کہ وہ خودرو تحریک کو دیکھتی رہے اور اس کے نقشِ قدم پر چلے۔ خودروی کا نظریہ ایسا نظریہ ہے جو تحریک میں باشعور عناصر کی ضرورت سے انکار کرتا ہے۔ یہ "تقلیدیت[1]" کا خیال ہے جو ہر قسم کی موقع پرستی کی منطقی بنیاد ہے۔

یہ نظریہ روس میں "پہلے" انقلاب سے بھی پہلے منظرِ عام پر آچکا تھا۔ اس کے حامیوں نے جو "معیشت پرست" کے نام سے مشہور تھے، عملی طور پر اس نظریے کی بنیاد پر روس میں ایک آزاد مزدور پارٹی کی ضرورت سے انکار کیا، زاریت کا خاتمہ کرنے کے لیے مزدور طبقے کی انقلابی جدوجہد کی مخالفت کی۔ تحریک میں خالص مزدور سبھائی پالیسی کی تلقین کی، اور عام طور سے مزدور تحریک کی قیادت کو لبرل سرمایہ داروں کے ہاتھ میں سونپ دیا۔

پرانے اسکرا[12] کی جدوجہد اور لینن کی کتاب "کیا کرنا ہے؟" میں نظریہَ "تقلیدیت" کی زبردست تنقید کی بدولت صرف یہی نہیں کہ نام نہاد "معیشت پرستوں" کے پرخچے اڑ گئے بلکہ صحیح معنی میں روسی مزدور طبقے کی انقلابی تحریک کی نظری بنیاد بھی پڑی۔ اس جدوجہد کے بغیر روس میں ایک آزاد مزدور پارٹی کی بنیاد ڈالنے اور انقلاب میں اس کی رہنمائی حاصل کرنے کے مسائل پر غور کرنا بھی بیکار ہوتا۔

---

[1] روسی میں اصل اصطلاح "خوستیت" ہے جس کے معنی ہیں "دم پکڑ کر چلنا"۔ مترجم۔

لیکن خود روی کی پرستش کا نظریہ صرف روس تک ہی محدود نہیں۔ دوسری انٹر نیشنل کی سب ہی پارٹیوں میں اس کا رواج عام ہے۔ البتہ صورت کسی قدر بدلی ہوئی ہے۔ مجھے اس وقت "پیداواری قوت"[13] کے نظریے کا خیال آرہا ہے جسے دوسری انٹر نیشنل کے رہنماؤں نے بازاری رنگ دے دیا ہے۔ یہ نظریہ ہر چیز جائز سمجھتا ہے اور ہر شخص سے سمجھوتہ کر لیتا ہے! یہ نظریہ صرف واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے اور ان کی تشریح اس وقت تک کرتا ہے جب تک ہر شخص ان واقعات کو سنتے سنتے تھک کر اکتا نہ جائے۔ یہ نظریہ واقعات کی تشریح کے بعد ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جاتا ہے۔ مارکس نے کہا تھا کہ مادی نظریے کا کام صرف دنیا کی تشریح کر کے رک جانا نہیں ہے بلکہ اسے دنیا کو بدلنا بھی ہوگا۔ لیکن کاؤتسکی اور اس کے احباب کو اس سے مطلب نہیں۔ وہ مارکس کے اصول کے پہلے حصے سے مطمئن ہیں۔ اس " نظریے " کا استعمال کیسے ہوتا ہے اس کی بہترین مثالوں میں سے ایک یہ ہے: کہا جاتا ہے کہ سامراجی جنگ سے پہلے دوسری انٹر نیشنل کی پارٹیوں نے دھمکی دی تھی کہ اگر سامراجیوں نے جنگ شروع کر دی تو وہ "جنگ کے خلاف جنگ" کا اعلان کر دیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ لڑائی کے عین موقع پر ان پارٹیوں نے "جنگ کے خلاف جنگ" کا نعرہ بالائے طاق رکھ دیا اور ایک بالکل الٹ نعرہ یعنی "سامراجی وطن کی خاطر جنگ" کرنے کا نعرہ بلند کیا۔ کہا جاتا ہے کہ نعروں کے اس طرح بدل جانے سے کروڑوں مزدور موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ لیکن اس کے لیے کسی کو موردِ الزام ٹھہرانا غلط ہے۔ اس سے یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ کسی شخص نے مزدور طبقے سے بے وفائی یا غداری کی۔ بالکل نہیں! یہ تو سب کچھ وہی ہوا جو ہونا تھا کیونکہ اولاً انٹر نیشنل "امن کا آلہ" ہے جنگ کا نہیں اور دوئم یہ کہ "پیداواری قوتوں کے مروجہ معیار" کے مدنظر اور کیا کیا جا سکتا تھا؟ "قصور" اصل میں "پیداواری قوتوں" کا ہے۔ جناب کاؤتسکی کے "پیداواری قوتوں کے نظریے" نے ہمیں ازراہِ

عنایت جو کچھ بتایا ہے وہ یہی ہے۔ اور جو اس نظریے کو نہ مانے وہ مارکسی نہیں ہے۔ اور پارٹیوں کا کام؟ تحریک میں ان کا کردار؟ لیکن "پیداواری قوتوں کا معیار" جیسی فیصلہ کن شے کے مقابلے میں ایک پارٹی کر ہی کیا سکتی ہے؟۔۔۔۔

مارکسزم کی تحریف سے ایسی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ یہ نقلی مارکسزم جس سے موقع پرستی کی آلودگیوں پر پردہ ڈالنے کا کام لیا جاتا ہے، اسی نظریہَ "تقلیدیت" کا یورپی نمونہ ہے جس کے خلاف لینن نے انقلابِ روس سے پہلے ہی ہتھیار اٹھالیا تھا۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ مغرب میں سچی انقلابی پارٹیوں کی بنیاد ڈالنے کے لیے سب سے پہلے اسی نظریاتی غلط بیانی کو ڈھادینے کی ضرورت ہے۔

(ج) مزدور انقلاب کا نظریہ: مزدور انقلاب کا لیننی نظریہ تین بنیادی دعووں پر مبنی ہے۔

پہلا دعوی: ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں میں مالیاتی سرمائے کا تسلط، ہنڈی اور سٹے کا اجراء، جو مالیاتی سرمائے کی گردش کا مخصوص طریقہ ہے، کچے مال کے علاقوں میں سرمائے کی برآمد، جو سامراج کے سنگِ بنیاد میں سے ہے، مالیاتی سرمائے کے تسلط کی بدولت مالیاتی گروہ کا کامل اقتدار، ان تمام باتوں سے اجارہ دار سرمایہ داری کی جونک جیسی ناپاک فطرت ظاہر ہوتی ہے جو دوسروں کا خون پی پی کر زندہ ہے اور سرمایہ دار ٹرسٹ اور سنڈیکیٹ کا طوقِ غلامی سوگنا زیادہ وزنی ہو جاتا ہے، سرمایہ داری کی بنیاد کے خلاف مزدور طبقے میں بغاوت میں شدت پیدا ہو جاتی ہے اور عوام کو مزدور انقلاب سے قریب تر آنے میں مدد ملتی ہے کہ اسی میں ان کی نجات ہے۔(دیکھیں لینن "سامراجیت، سرمایہ داری کی اعلی ترین منزل")

اس لیے پہلا نتیجہ ہے: سرمایہ دار ملکوں میں انقلابی بحران کی شدت اور "مادری ملک"[2] میں اندرونی یعنی مزدور مورچے پر پھٹنے والے مادے میں اضافہ۔

دوسرا دعوی: محکوم اور ماتحت ملکوں کو سرمائے کی بر آمد میں اضافہ۔ "حلقہ جاتِ اثر اور مقبوضہ ممالک میں اتنا اضافہ کہ وہ بڑھتے بڑھتے پورے کرہِ ارض پر پھیل جائیں۔ سرمایہ داری کا بڑھ کر ایک عالمگیر نظام کی شکل اختیار کرلینا، مالیاتی غلامی اور نو آبادیاتی مظالم کا ایسا عالمگیر نظام جس میں گنتی کے چند "ترقی یافتہ" ممالک دنیا کی کثیر آبادی پر حاوی ہو جاتے ہیں۔ ان باتوں کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ الگ الگ قومی علاقے اور قومی معیشت ایک ہی عالمگیر معیشت کے سلسلے کی کڑیاں بن گئیں اور دوسری طرف کرہ ارض کی آبادی دو جماعتوں میں بٹ گئی: ایک طرف گنتی کے چند "ترقی یافتہ" سرمایہ دار ممالک ہیں جو وسیع نو آبادیوں اور محکوم ملکوں کو لوٹتے ہیں اوران پر ظلم ڈھاتے ہیں اور دوسری جانب نو آبادیوں اور محکوم ملکوں کی کثیر آبادی ہے جو سامراجی غلامی سے نجات پانے کے لیے لڑنے پر مجبور ہے۔" (لینن، سامراجیت) اس لیے دوسرا نتیجہ یہ نکلا: نو آبادیاتی ملکوں میں انقلابی بحران کی شدت اور بیرونی محاذ پہ یعنی محکوم ملکوں میں سامراجیت کے خلاف بغاوت کے پھٹنے والے مادے میں اضافہ۔

تیسرا دعوی: "حلقہِ جاتِ اثر" اور محکوم ملکوں پر اجارہ دارانہ قبضہ۔ مختلف سرمایہ دار ملکوں کی غیر مساوی نشوونما کی بدولت دنیا کے نئے بٹوارے کے لیے دیوانہ وار کشمکش جس میں ایک طرف وہ ممالک ہیں جو پہلے ہی ان علاقوں پر قابض ہیں اور دوسری طرف وہ ممالک ہیں جو اپنے "حصے" کے دعویدار ہیں۔ ٹوٹے ہوئے توازن کو پھر سے قائم کرنے کا سامراجی جنگ ہی ایک طریقہ ہے۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تیسرے محاذ یعنی سرمایہ داروں کے باہمی تصادم کے محاذ پر صورتِ

---

[2] سامراجی ملک جو اپنی نو آبادیات اور محکوم ملکوں کے مقابلے میں "مادری ملک" کہلاتا ہے۔ مترجم۔

حال بد سے بدتر ہونے لگتی ہے۔ سامراجیت کمزور ہوتی ہے۔ اور سامراجیت کے خلاف پہلے دونوں محاذ یعنی انقلابی مزدور طبقے کا محاذ اور محکوم ملکوں کی آزادی کا محاذ مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

اس لیے تیسرا نتیجہ یہ ہے: سامراجیت کی عملداری میں جنگ سے کوئی مفر نہیں ہے۔ اور یہ لازم ہے کہ یورپ میں مزدور انقلاب اور مشرق میں محکوم ملکوں کے انقلاب کے اتحاد سے سامراجیت کے عالمگیر محاذ کے خلاف انقلاب کا عالمگیر محاذ بنے۔

لینن نے ان تمام نتیجوں کو ایک عام نتیجے میں مدغم کر دیا ہے۔ سامراجیت "سوشلسٹ انقلاب سے پہلے کی شام ہے"۔ (لینن، منتخبات، جلد 5، صفحہ 5۔)

چنانچہ، مزدور انقلاب پر غور کرنے کا طریقہ، انقلاب کی نوعیت، اس کی وسعت، اس کی گہرائی اور انقلاب کی عملی تفصیلات اسی لحاظ سے بدل جاتی ہیں۔

پہلے مزدور انقلاب کے شرائط کی چھان بین ملکوں کے اپنے معاشی حالات کی روشنی میں کی جاتی تھی۔ اب یہ زاویہ نگاہ کافی نہیں رہا۔ اب اس مسئلے پر تمام یا زیادہ تر ممالک کی اقتصادی حالت کی روشنی میں اور عالمگیر معیشت کی روشنی میں اس پر غور کرنا چاہیے کیونکہ اب یہ ممالک اور قومی معیشتیں کوئی خود کفالتی وحدتیں نہیں ہیں بلکہ عالمگیر معیشت کے ایک ہی سلسلے کی کڑیاں بن گئی ہیں۔ کیونکہ پرانی "مہذب" سرمایہ داری بڑھ کر سامراجیت بن چکی ہے۔ اور سامراجیت گنتی کے چند "ترقی یافتہ" ملکوں کے ہاتھوں کرہِ ارض کی کثیر آبادی کی مالیاتی غلامی اور نو آبادیاتی مظالم کا ایک عالمگیر نظام ہے۔

پہلے رواج تھا کہ الگ الگ ملکوں میں یا ٹھیک یوں کہا جائے کہ کسی ایک ترقی یافتہ ملک میں مزدور انقلاب کے لیے خارجی حالات کی موجودگی یا غیر موجودگی کی بات کی جاتی تھی۔ لیکن اب یہ نکتہِ نظر کافی نہیں رہا۔ اب ہمیں عالمگیر سامراجی معیشت کے سارے نظام کو ایک وحدت مان

کر یہ بتانا چاہیے کہ کیا انقلاب کے لیے خارجی حالات موجود ہیں۔ اس نظام میں بعض ممالک کی موجودگی سے جو صنعتی اعتبار سے کافی ترقی یافتہ نہیں ہیں انقلاب کی راہ میں کوئی ایسی رکاوٹ نہیں پڑتی جسے دور نہ کیا جاسکے بشرطیکہ بحیثیتِ مجموعی سارا نظام یا یہ کہنا زیادہ درست ہو گا کہ چونکہ بحیثیتِ مجموعی سارا نظام انقلاب کے لیے تیار ہے۔

پہلے رواج تھا کہ کسی ترقی یافتہ ملک میں مزدور انقلاب کا ذکر یوں کیا جاتا تھا کہ گویا وہ کوئی علیحدہ اور بذاتِ خود کافی شے ہے اور ایک علیحدہ قومی محاذ پر سرمائے کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اب یہ نکتۂ نظر کافی نہیں رہا۔ اب ہمیں عالمگیر مزدور انقلاب کی بات کرنا چاہیے۔ کیونکہ سرمائے کے الگ الگ قومی محاذ اب ایک ہی زنجیر کی کڑیاں بن گئے ہیں۔ اوراس زنجیر کا نام سامراجیت کا عالمگیر محاذ ہے جس کے مقابلے میں تمام ملکوں کی انقلابی تحریک کا ایک متحدہ محاذ بنانا چاہیے۔

پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ مزدور انقلاب محض کسی ایک ملک کی اندرونی ترقی کا نتیجہ ہے۔ اب یہ نکتۂ نظر کافی نہیں رہا۔ اب سمجھنا چاہیے کہ مزدور انقلاب اصل میں سامراجیت کے عالمگیر نظام کے اندرونی تضاد کے بڑھنے یا کسی ملک میں عالمگیر سامراجی محاذ کی زنجیر کے ٹوٹ جانے کا نتیجہ ہے۔

انقلاب کا آغاز کہاں ہو گا؟ کہاں اور کس ملک میں سرمائے کا مورچہ پہلے ٹوٹے گا؟ جہاں صنعت زیادہ ترقی کر چکی ہے، جہاں مزدور طبقے کی اکثریت ہے، جہاں تہذیب اور جمہوریت زیادہ عام ہے۔ پہلے لوگ عام طور سے یہی جواب دیا کرتے تھے۔

نہیں۔ لینن کے نظریہ انقلاب کو اس سے اختلاف ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ انقلاب سب سے پہلے اسی ملک میں آئے جہاں صنعت زیادہ ترقی کر چکی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ سرمائے کا مورچہ پہلے وہیں ٹوٹے گا جہاں سامراجیت کی زنجیر سب سے کمزور ہو کیونکہ مزدور انقلاب عالمگیر سامراجی محاذ کی زنجیر کی سب سے کمزور کڑی کے ٹوٹ جانے کا نتیجہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ انقلاب کا آغاز اس ملک

میں ہو، سرمائے کا محاذ اس ملک میں ٹوٹے، جو سرمایہ داری کے اعتبار سے ان ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے میں جو ابھی تک سرمایہ داری کے دائرے میں ہیں، کم ترقی یافتہ ہے۔

1917ء میں عالمگیر سامراجی محاذ کی زنجیر دوسرے ملکوں کی نسبت روس میں زیادہ کمزور ثابت ہوئی۔ وہیں یہ زنجیر ٹوٹ گئی اور مزدور انقلاب کے لیے راستہ صاف ہو گیا۔ کیوں؟ اس لیے کہ روس میں ایک عظیم الشان عوامی انقلاب کا پرچم کھل رہا تھا اور جس کی قیادت وہ انقلابی مزدور طبقہ کر رہا تھا جس کو ان بے شمار کسانوں کی زبردست رفاقت حاصل تھی جو زمینداروں کے ظلم اور ان کی لوٹ مار کے مارے ہوئے تھے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ انقلاب کی مخالفت سامراجیت کی نمائندگی وہ زاریت کر رہی تھی جس کا کوئی اخلاقی اثر نہ تھا اور جس سے ساری آبادی بجا طور پر نفرت کرتی تھی۔ یہ زنجیر روس میں زیادہ کمزور ثابت ہوئی حالانکہ سرمایہ داری کے لحاظ سے وہ فرانس، جرمنی، برطانیہ یا امریکہ وغیرہ سے کم ترقی یافتہ تھا۔

مستقبل قریب میں یہ سامراجی زنجیر کہاں ٹوٹے گی؟ پھر وہیں جہاں یہ سب سے کمزور ہو گی۔ یہ بعید از قیاس نہیں کہ زنجیر ہندوستان میں ٹوٹ جائے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس ملک میں ایک جوان سال، جنگجو انقلابی مزدور طبقہ موجود ہے جس کو قومی تحریکِ آزادی کی حمایت حاصل ہے۔ بے شک، یہ حمایت ایک بڑی طاقت اور بڑی اہمیت رکھتی ہے، اور اس لیے کہ وہاں انقلاب کی مخالفت میں ایک ایسی غیر ملکی سامراجیت کھڑی ہے، جس کی انقلاب دشمنی سے ہر شخص واقف ہے، جس کی اخلاقی ساکھ مٹ چکی ہے اور جس سے ہندوستان کے ظلم اور لوٹ کے مارے ہوئے عوام بجا طور پر نفرت کرتے ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ زنجیر جرمنی میں ٹوٹ جائے۔ کیوں؟ اس لیے کہ جو عناصر ہندوستان میں کام کر رہے ہیں ان کا عمل جرمنی میں بھی شروع ہو چکا ہو۔ لیکن بے شک، ہندوستان اور جرمنی کی

نشوونما میں جو عظیم الشان فرق ہے وہ جرمنی میں انقلاب کی رفتار اور نتیجے پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

اسی لیے لینن نے کہا ہے کہ "مغربی یورپ کے سرمایہ دار ممالک۔۔۔ سوشلزم کی طرف اپنی تکمیل کررہے ہیں۔۔۔اس کی بنیاد یہ نہیں ہے کہ سوشلزم یکساں رفتار سے "پک" رہاہے بلکہ یہ ہے کہ بعض ممالک دوسروں کو لوٹتے ہیں، سامراجی جنگ میں جو ملک پہلے ہی مغلوب ہوتے ہیں ان کی لوٹ کو سارے مشرق کی لوٹ کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔ دوسری طرف اس پہلی سامراجی جنگ کی بدولت ہی مشرق بالآخر انقلابی تحریک میں کھنچ آیا ہے، عالمگیر انقلابی تحریک کے گردابِ عظیم میں آپڑا ہے۔" (لینن، منتخبات، جلد10، صفحہ 399۔)

مختصر یہ کہ سامراجی محاذ کی زنجیر وہیں ٹوٹے گی جہاں اس زنجیر کی کڑی زیادہ کمزور ہو، لیکن یہ ہرگز ضروری نہیں کہ وہاں سرمایہ داری نے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں زیادہ ترقی کرلی ہو یا مزدور اتنے فیصدی ہوں اور کسان اتنے فیصدی ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ مزدور انقلاب کے مسئلے کا فیصلہ کرنے میں کسی ملک میں مزدوروں کی آبادی کے اعداد وشمار کی اب وہ اہمیت نہیں رہی جس پر دوسری انٹرنیشنل کے کتاب پرست اس قدر زور دیا کرتے ہیں۔ وہ سامراجیت کو سمجھ نہیں سکے ہیں اور انقلاب سے طاعون کی طرح ڈرتے ہیں۔

آیئے اب ہم آگے چلیں۔ دوسری انٹرنیشنل کے سورماؤں کا دعوی تھا (اور اب بھی ہے) کہ سرمایہ دار جمہوری انقلاب اور مزدور انقلاب کے بیچ ایک خلیج یا کم از کم ایک دیوارِ چین حائل ہے اور دونوں میں کم وبیش ایک مدتِ دراز کا فرق ہے۔ اس مدت میں سرمایہ دار طبقہ اقتدار حاصل کرکے سرمایہ داری کو ترقی دے گا اور مزدور طبقہ قوت حاصل کرتا رہے گا اور سرمایہ داری کے خلاف "فیصلہ کن جدوجہد" کی تیاری کرتا رہے گا۔ عام طور سے خیال کیا جاتا تھا کہ یہ وقفہ اگر

زیادہ نہ بڑھا تو بیسیوں برس تک جاری رہے گا۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ سامراجیت کے حالات میں دیوارِ چین کا یہ نظریہ کوئی علمی معنی نہیں رکھتا بلکہ سرمایہ داروں کے انقلاب دشمن حوصلوں کو پوشیدہ رکھنے اوران کی پردہ داری کرنے کا محض ایک حیلہ ہو سکتا ہے۔ اور یہی بات ہے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ: سامراجی حالات میں جن کے بطن میں تصادم اورجنگ پوشیدہ ہیں "سوشلسٹ انقلاب سے پہلے کی شام" کے حالات میں جبکہ "سرسبز" سرمایہ داری "جاں بلب" سرمایہ داری بنتی جارہی ہے (لینن) اورانقلابی تحریک ساری دنیا میں زور پکڑ رہی ہے، جبکہ سامراجیت بلا استثناء، ہر رجعت پسند طاقت سے حتیٰ کہ زاریت اورزرعی غلامی[14] کے نظام سے بھی اتحاد کررہی ہے، اور جبکہ اس طرح مغرب کی مزدور تحریک سے لے کر مشرق کی قومی تحریکِ آزادی تک تمام انقلابی قوتوں کے اتحاد کی فوری ضرورت پیدا ہو گئی ہے، جبکہ زرعی غلامی کے جاگیرداری نظام کے آثار کو مٹانا سامراجیت کے خلاف انقلابی جدوجہد کے بغیر ناممکن ہو گیا ہے۔۔۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسے حالات میں کسی کم و بیش ترقی یافتہ ملک کے سرمایہ دار جمہوری انقلاب کا ڈانڈا مزدور انقلاب سے مل جانا چاہیے اوراسے مزدور انقلاب کی شکل اختیار کرلینی چاہیے۔ انقلابِ روس کی تاریخ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ یہ دعویٰ صحیح اورناقابلِ تردید ہے۔ لینن نے 1905ء میں پہلے انقلابِ روس کے موقع پر اپنی کتاب "دوراستے" میں بتایا تھا کہ سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب اور مزدور انقلاب ایک ہی زنجیر کی دو کڑیاں ہیں۔ انہی دونوں سے مل کر انقلابِ روس کی تصویر مکمل ہوتی ہے۔ لینن کا یہ کہنا بے بنیاد نہیں تھا کہ:

"مزدور طبقے کو جمہوری انقلاب کی تکمیل کرنی ہے اوراس کے لیے عام کسانوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ہے تاکہ شخصی حکومت کی مزاحمت کو بزور کچل دیا جائے اور سرمایہ داروں کی بے استقلالی کو شل کردیا جائے۔ مزدور طبقے کو سوشلسٹ انقلاب کی تکمیل اوراس کے لیے نیم مزدور جماعتوں

کے عوام کو اپنے ساتھ متحد کرنا ہے تا کہ سرمایہ داروں کی مزاحمت کو بزور کچل دیا جائے اور کسانوں اور درمیانے طبقے کی بے استقلالی کو شل کر دیا جائے۔ یہ ہیں مزدور انقلاب کے فرائض جنہیں جدید اسکرا والے انقلاب کی حدود کے بارے میں اپنی دلیلوں اور تجویزوں میں اس قدر تنگ نظر سے پیش کیا کرتے ہیں۔" (لینن، منتخبات، تیسری جلد، صفحہ 110-111۔)

میں یہاں لینن کی بعد کی تصنیفوں کا ذکر نہیں کروں گا جن میں "دوراستے" کے مقابلے میں بھی زیادہ صراحت کے ساتھ سرمایہ دارانقلاب کے مزدور انقلاب میں تبدیل ہو جانے کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ یہ تصور لینن کے نظریہ انقلاب کا سنگِ بنیاد ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لینن نے یہ رائے 1916ء میں قائم کی اور اس وقت تک وہ اس خیال میں تھا کہ روس میں انقلاب سرمایہ داری کے دائرے میں محدود رہے گا، اور طاقت مزدور اور کسان آمریت کے ہاتھ سے نکل کر مزدور طبقے کے ہاتھ میں نہیں بلکہ سرمایہ دار طبقے کے ہاتھ میں چلی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ ہماری کمیونسٹ پارٹی کی مطبوعات میں بھی یہ خیال سرایت کر گیا ہے۔ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ یہ خیال بالکل غلط اور حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

میں پارٹی کی تیسری کانگریس (1905ء) میں لینن کی مشہور تقریر کا ذکر کر سکتا ہوں جس میں اس نے مزدور اور کسان آمریت یعنی جمہوری انقلاب کی فتح کی تصریح کی ہے کہ وہ "امن کی تنظیم" نہیں بلکہ "جنگ کی تنظیم" ہے۔ (دیکھیں، لینن، تصنیفات، روسی ایڈیشن، ساتویں جلد۔ صفحہ 264۔)

اس کے علاوہ میں لینن کے مشہور مضامین کا تذکرہ بھی کر دوں جو اس نے (1905ء میں) عارضی حکومت پر لکھے تھے۔ ان میں لینن نے انقلابِ روس کے پھیلنے کے امکانات کی تشریح

کرتے ہوئے پارٹی پر فریضہ عائد کیا ہے کہ:"انقلاب کو چند مہینوں کی تحریک نہیں بلکہ کئی برسوں کی تحریک بنانے کی کوشش کی جائے تاکہ اس کی بدولت اربابِ اختیار سے محض ادنی مراعات نہ حاصل کی جائیں بلکہ ان کے اقتدار کا سرے سے قلع قمع کر دیا جائے۔" ان امکانات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے اور یورپ کے انقلابات سے ان کا تعلق قائم کرتے ہوئے، وہ آگے چل کر کہتا ہے: "اوراس کام میں اگر ہم کامیاب ہوگئے۔۔۔تو انقلاب کے شعلے سارے یورپ میں بھڑک اٹھیں گے۔ یورپ کا مزدور جو سرمایہ داری کی رجعت پسندی کے تلے نڈھال پڑا ہے اپنا وقت آنے پر اٹھ کھڑا ہوگا اور ہمیں دکھادے گا کہ کام کیسے کیا جاتا ہے، اور تب یورپ سے انقلاب کی موج پھر لوٹ کر روس میں آئے گی اور چند سال کے انقلابی عمل کو بیسیوں سال کے طویل انقلابی عہد میں تبدیل کر دے گی۔" (لینن، منتخبات، تیسری جلد، صفحہ 31)۔

میں لینن کے ایک مشہور مضمون کا ذکر کر دوں جو نومبر 1915ء میں شائع ہوا تھا۔ وہ لکھتا ہے: "طاقت پر قبضہ کرنے کے لیے، جمہوریت کے لئے، اراضی کی ضبطی کے لیے، اوراس لیے کہ قوم کے غیر مزدور عوام، سرمایہ دار روس کو فوجی جاگیر داری سامراجیت (یعنی زاریت) سے آزاد کرانے میں ہاتھ بٹا سکیں۔ مزدور طبقہ لڑ رہا ہے اور دلیری سے لڑتا رہے گا۔۔۔اور مزدور طبقہ زاریت سے اور زمینداروں کے زرعی اقتدار سے سرمایہ دار روس کی نجات کا فورا فائدہ اٹھائے گا، اس لیے نہیں کہ دیہاتی مزدور کے خلاف دولتمند کسانوں کی کشمکش میں ان کی مدد کرے، بلکہ اس لیے کہ یورپ کے مزدور طبقے سے متحد ہو کر سوشلسٹ انقلاب کو انجام دے۔" (لینن، منتخبات، پانچویں جلد، صفحہ 163)۔

آخر میں لینن کی کتاب "مزدور انقلاب اور غدار کاؤتسکی" سے ایک مشہور عبارت نقل کر دوں جس میں انقلابِ روس کی وسعت کے متعلق "دوراستے" کی مندرجہ بالا عبارت کا تذکرہ کرنے

کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے: "حالات نے وہی صورت اختیار کی جس کی ہم نے پیش گوئی کی تھی۔ انقلاب نے جو راستہ لیا اس سے ہماری دلیل کی تصدیق ہو گئی۔ پہلے "تمام" کسانوں کو ساتھ لے کر ملوکیت کے خلاف، زمینداروں کے خلاف، جاگیرداری نظام کے خلاف (اور اس حد تک وہ سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب ہے)، پھر مفلس کسانوں اور نیم مزدوروں اور تمام مظلوموں کے ساتھ سرمایہ داروں کے خلاف، جس میں دیہات کے امراء، دولت مند کسان اور نفع خور سبھی شامل ہیں۔ اور اس حد تک انقلاب، سوشلسٹ انقلاب ہو جاتا ہے۔ پہلے اور دوسرے کے بیچ کوئی مصنوعی دیوارِ چین اٹھانے کی کوشش کرنا، مزدور طبقے کی تیاری کے درجے اور غریب کسانوں کے ساتھ اس کے اتحاد کے درجے کے سوا کسی اور بنیاد پر ان میں فرق پیدا کرنا، بے شرمی کے ساتھ مارکسزم کی تحریف کرنے کے برابر ہے، اس میں بازاری رنگ پیدا کرنے، مارکسزم کے بجائے سرمایہ دارانہ آزاد خیالی کے برابر ہے۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 191)۔

میرے خیال میں اتنا کافی ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ بہت اچھا۔ لیکن اگر یہی بات ہے تو لینن نے "انقلابِ مسلسل" کے خیال کی مخالفت کیوں کی؟

اس لیے کہ لینن کہتا تھا کہ کسانوں کی انقلابی صلاحیت سے "زیادہ سے زیادہ" فائدہ اٹھانا چاہیے اور زاریت کو پوری طرح کچلنے کے لیے اور مزدور انقلاب تک بڑھے چلنے کے لیے ان کے انقلابی جوش سے پورا کام لینا چاہیے۔ حالانکہ "انقلابِ مسلسل" کے حامی انقلاب روس میں کسانوں کی اہمیت کو نہیں سمجھتے تھے۔ انہوں نے کسانوں کی انقلابی مستعدی اور طاقت کو بہت حقیر سمجھا اور مزدور طبقے میں کسانوں کی رہنمائی کرنے کی طاقت اور صلاحیت کو بہت حقیر سمجھا۔ اس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ وہ لوگ (انقلابِ مسلسل کے حامی-مترجم) کسانوں کو سرمایہ داروں کے اثر سے آزاد کرانے کے کام میں، کسانوں کو مزدوروں کے گرد جمع کرنے کے کام میں رکاوٹ بنے۔

اس لیے کہ لینن کہتا تھا کہ مزدور طبقے کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کر کے انقلاب کی تکمیل کی جائے۔ اور "مسلسل انقلاب" کے حامی چاہتے تھے کہ شروع میں ہی مزدور طبقے کا اقتدار قائم کر کے انقلاب کا آغاز کریں۔ وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ اس پالیسی کی وجہ سے کسانوں کو مزدور طبقے کی طرف لانے میں دقت پیدا ہو گی۔

لہذا لینن نے "مسلسل انقلاب" کے حامیوں کے خلاف ہتھیار اٹھایا، تسلسل کے سوال پر نہیں کیونکہ وہ خود مسلسل انقلاب کے نظریے کا حامی تھا بلکہ اس لیے کہ انہوں نے کسانوں کی اہمیت کو جو مزدوروں کے زبردست معاون ہیں، حقیر سمجھا تھا اور اس لیے کہ وہ مزدور قیادت کے تصور کو سمجھنے سے قاصر رہے تھے۔

"مسلسل انقلاب" کا تصور کوئی نیا خیال نہیں ہے۔ اسے پہلے پہل پچھلی صدی کی چوتھی دہائی کے آخر میں مارکس نے اپنے مشہور کمیونسٹ لیگ کے خطبے (1850ء) میں پیش کیا تھا۔ اسی خطبے سے ہمارے "مسلسل انقلابیوں" نے مسلسل انقلاب کا خیال لیا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مارکس سے یہ خیال لینے میں ہمارے "مسلسل انقلابیوں" نے اس میں کس قدر تبدیلی کر دی ہے اور تبدیل کرنے میں اسے خراب کر دیا ہے اور کسی کام کا نہیں رہنے دیا ہے۔ لینن کے تجربہ کار ہاتھ کی ضرورت تھی کہ اس غلطی کی اصلاح کرے، مسلسل انقلاب کے خیال کو مارکس سے اس کی صورت میں لے سکے اور اسے اپنے نظریہ انقلاب کا سنگِ بنیاد بنائے۔

مارکس نے اپنے خطبے میں متعدد انقلابی جمہوری مطالبات کا ذکر کیا، انہیں حاصل کرنے کے لیے کمیونسٹوں کو دعوتِ عمل دی اور اس کے بعد مسلسل انقلاب کے بارے میں کہا: "جمہوریت پسند

درمیانہ طبقہ چاہتا ہے کہ انقلاب جلد از جلد اور حد سے حد مندرجہ بالا مطالبات حاصل ہونے پر ختم کر دیا جائے۔ اور ہمارا مفاد اور ہمارا فرض یہ ہے کہ انقلاب کو مستقل کر دیں جب تک کم و بیش تمام ملکیت والے طبقے اقتدار سے بے دخل نہ کر دیے جائیں، جب تک کہ مزدور طبقہ ریاستی اقتدار پر قبضہ نہ کر لے، اور جب تک مزدور طبقے کی ملت ایک ہی ملک میں نہیں بلکہ دنیا کے تمام اہم ملکوں میں اس حد تک ترقی نہ کر لے کہ ان ملکوں کے مزدور طبقوں میں باہمی مقابلے کا وجود نہ رہے اور کم از کم فیصلہ کن پیداواری قوتیں مزدور طبقے کے ہاتھوں میں جمع ہو جائیں۔" (کارل مارکس، منتخبات، دوسری جلد، صفحہ 161)۔

دوسرے لفظوں میں:

(الف) مارکس کی رائے یہ نہیں تھی کہ پچھلی صدی کے وسط میں جرمنی میں انقلاب کا آغاز فوراً مزدور طبقے کا اقتدار قائم کر کے کیا جائے۔

(ب) مارکس کی رائے صرف یہ تھی کہ قدم بہ قدم، یکے بعد دیگرے، سرمایہ داروں کے ہر گروہ کو اقتدار سے بے دخل کرتے ہوئے مزدوروں کا ریاستی اقتدار قائم کر کے انقلاب کی تکمیل کی جائے، تاکہ مزدور طبقے کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے بعد ہر ملک میں انقلاب کا شعلہ بھڑکایا جا سکے۔ یہ بالکل وہی تعلیم ہے جو لینن نے سامراجی حالات میں، اپنے مزدور انقلاب کے نظریے کے مطابق، ہمارے انقلاب کے دوران دی تھی اور جس پر عمل کیا تھا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارے روسی "مسلسل انقلابیوں" نے انقلابِ روس میں کسانوں کی اہمیت کو اور مزدور قیادت کے خیال کو ہی حقیر نہیں سمجھا بلکہ "مسلسل انقلاب" کے بارے میں مارکس کے خیالات میں بھی تحریف کی ہے اور اسے کسی کام کا نہیں رہنے دیا ہے۔

اسی لیے لینن نے ان "مسلسل انقلابیوں" کے نظریے کا مذاق اڑایا ہے، اس نظریے کو "نیا" اور "عجوبہ" بتایا ہے اور ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ "زرا یہ نہیں سوچتے کہ پورے دس برس تک زندگی اس نادر خیال کو نظر انداز کیوں کرتی رہی ہے؟" (لینن کا مقالہ 1915ء میں لکھا گیا تھا جبکہ "مسلسل انقلابیوں" کے نظریے کو وجود میں آئے ہوئے دس برس بیت چکے تھے)۔(لینن، منتخبات، پانچویں جلد، صفحہ 162)۔

اسی لیے لینن کا خیال تھا کہ یہ نیم منشویک نظریہ ہے جس نے "بالشویکوں سے تو فیصلہ کن انقلابی جدوجہد اور سیاسی اقتدار پر مزدور طبقے کے قبضے کا خیال چرایا ہے اور منشویکوں[15] سے کسانوں کی اہمیت سے "انکار" کرنا سیکھا ہے۔" (ایضا۔)

غرض یہ ہے اصل صورتحال لینن کے اس خیال کی کہ سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب مزدور انقلاب میں تبدیل ہو جائے گا اور سرمایہ دارانہ انقلاب کی بنیاد پر "فورا" مزدور انقلاب کی طرف قدم بڑھانا ہو گا۔

اب ہم آگے بڑھیں گے۔ پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ ایک ملک میں انقلاب کی فتح ناممکن ہے کیونکہ خیال یہ تھا کہ سرمایہ داروں پر فتح پانے کے لیے تمام یا کم از کم بیشتر ملکوں کے مزدور طبقوں کے متحدہ عمل کی ضرورت ہے۔ اب یہ نکتہ نظر واقعات سے میل نہیں کھاتا۔ اب ہمیں اس بنیاد پر کام کرنا چاہیے کہ ایسی فتح ممکن ہے کیونکہ سامراجی حالات میں مختلف سرمایہ دار ملکوں کی غیر مساوی اور غیر مسلسل ترقی، سامراجیت کے اندر پر آشوب اضداد کا ابھرنا جن کا لازمی نتیجہ جنگ ہے، دنیا کے تمام ملکوں میں انقلابی تحریک کی نشوونما- ان تمام حالات کی وجہ سے ہر ملک میں انفرادی طور پر مزدور طبقے کی فتح کا امکان ہی نہیں بلکہ اس کی ضرورت بھی پیدا ہو گئی ہے۔ انقلابِ روس کی تاریخ اس کا بین ثبوت ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی

چاہیے کہ سرمایہ داروں کا خاتمہ کامیابی کے ساتھ اسی وقت کیا جا سکتا ہے جبکہ بعض خاص اور ضروری حالات موجود ہوں جن کی غیر موجودگی میں مزدور طبقے کے برسرِ اقتدار آنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

ان حالات کے متعلق لینن نے اپنی کتاب "کمیونزم میں بائیں بازو کی طفلانہ بیماری" میں کہا تھا:

"انقلاب کا بنیادی قانون جس کی تصدیق تمام انقلابوں نے اور خصوصا بیسویں صدی کے روس کے تینوں انقلابوں (1905ء، فروری 1917ء اور نومبر 1917ء) نے کی ہے وہ یہ ہے: انقلاب کے لیے کافی نہیں کہ لوٹ اور ظلم کے مارے ہوئے عوام یہ سمجھ لیں کہ پرانے طور پر زندگی بسر کرنا ناممکن ہے اور پھر تبدیلیوں کا مطالبہ کریں۔ انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ لوٹنے والے بھی پرانے طور سے رہنے اور حکومت کرنے سے قاصر ہوں۔ انقلاب صرف اسی صورت میں کامیاب ہو سکتا ہے جب "نچلے طبقے" پرانے ڈھنگ کو نہ چاہتے ہوں اور "اعلی طبقے" پرانے ڈھنگ سے نہ چل پائیں۔ اس حقیقت کو دوسرے لفظوں میں اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے: ایک ہمہ گیر قومی بحران کے بغیر (جو لٹنے والوں اور لوٹنے والوں دونوں ہی کو متاثر کرے) انقلاب ممکن نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ پہلے مزدوروں کی اکثریت (یا کم از کم طبقاتی شعور رکھنے والے، باسمجھ اور سیاسی اعتبار سے باعمل مزدوروں کی اکثریت) انقلاب کی ضرورت کو پوری طرح سمجھے اور اس کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہو۔ دوسرے یہ کہ حکمران طبقے ایک ایسے حکومتی بحران میں مبتلا ہو جائیں جو بے حد پسماندہ عوام کو بھی سیاست میں کھینچ لائے۔۔۔ حکومت کو کمزور کرے اور انقلابیوں کے لیے اس کا خاتمہ کرنے کا امکان پیدا کرے۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد۔ صفحہ 137)۔

لیکن ایک ملک میں سرمایہ دار طبقے کے اقتدار کا خاتمہ، اور مزدور طبقے کا اقتدار قائم ہونے کا ہنوز یہ مطلب نہیں ہے کہ سوشلزم کی فتح مکمل ہو چکی ہے۔ اپنی طاقت کو مستحکم کرکے اور کسانوں کو ساتھ لے کر فتحمند ملک کا مزدور طبقہ سوشلسٹ سماج کی تعمیر کر سکتا ہے اور اسے کرنا چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب کیا یہ ہے کہ صرف ایک ملک کی قوت سے وہ سوشلزم کو قطعی طور پر مستحکم کرلے گا اور اس ملک کو سرمایہ داروں کی مداخلت سے اور سرمایہ داروں کے دوبارہ برسرِ اقتدار آجانے سے بچا سکے گا؟ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اس کے لیے کم از کم متعدد ملکوں میں انقلاب کے فتحمند ہونے کی ضرورت ہے۔ اس لیے دوسرے ملکوں میں انقلاب کو فروغ دینا اور اس کی حمایت کرنا فتحمند انقلاب کا ایک ضروری فرض ہے۔ اس لیے فتحمند ملکوں میں انقلاب کو چاہیے کہ خود کو بذاتِ خود کافی نہ سمجھے بلکہ دوسرے ملکوں میں مزدور طبقے کی مدد کرنے کا، ان کی فتح کو قریب تر لانے کا ایک ذریعہ سمجھے۔

لینن نے اس خیال کو مختصر لفظوں میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ فتحمند انقلاب کا فرض ہے کہ "تمام ملکوں میں انقلاب کی نشوونما، حمایت اور بیداری کے لیے اپنے ملک میں زیادہ سے زیادہ جو ممکن ہو سکے وہ کرے۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 182)۔

یہ ہیں لینن کے مزدور انقلاب کے نظریے کی ممتاز خصوصیات۔

4۔ مزدور طبقے کی آمریت

اس موضوع پر میں تین اہم مسائل سے بحث کروں گا۔ (الف) مزدور طبقے کی آمریت مزدور انقلاب کا حربہ ہے۔ (ب) مزدور طبقے کی آمریت سرمایہ داروں پر مزدور طبقے کا تسلط ہے۔ (ج) سوویت اقتدار مزدور طبقے کے اقتدار کی ریاستی شکل ہے۔

1۔ <u>مزدور طبقے کی آمریت مزدور انقلاب کا حربہ ہے۔</u> مزدور طبقے کی آمریت کا سوال سب سے پہلے مزدور انقلاب کی ماہیت کا سوال ہے۔ مزدورانقلاب، اس کی حرکت، اس کی وسعت اوراس کے کارناموں میں صرف مزدور طبقے کی آمریت سے ہی زندگی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے۔ مزدورانقلاب کی آمریت مزدور انقلاب کا حربہ ہے۔ اس کا ترجمان ہے۔ اس کا سب سے اہم سہارا ہے جس کو وجود میں لایا جاتا ہے تاکہ اولاوہ شکست خوردہ لٹیروں کی قوتِ مقابلہ کو کچل ڈالے اور مزدورانقلاب کے کارناموں کو مستحکم کرے۔ اوردوئم، مزدور انقلاب کو پایہ تکمیل تک پہنچائے اورانقلاب کو سوشلزم کی مکمل فتح کی سرحد میں داخل کردے۔ مزدور طبقے کی آمریت کے بغیر انقلاب سرمایہ دار طبقے کو شکست دے سکتا ہے، اس کے اقتدار کا خاتمہ کرسکتا ہے۔ لیکن اگرانقلاب نے اپنے ارتقاء کی ایک خاص منزل پر پہنچ کر مزدور طبقے کی آمریت کی صورت نہ اختیار کرلی، اوراپنے لیے یہ سہارانہ بنالیا تووہ سرمایہ داروں کی قوتِ مقابلہ کو کچل نہیں سکے گا اور نہ اپنی فتح برقراررکھ سکے گا اور نہ آگے بڑھ کر سوشلزم کی مکمل فتح حاصل کرسکے گا۔

"انقلاب کا بنیادی مسئلہ طاقت کا مسئلہ ہے۔" (لینن)۔ اس کا مطلب کیا یہ ہے یکہ ضرورت صرف طاقت حاصل کرنے کی، اس پر قبضہ کرنے کی ہے؟ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ طاقت پر قبضہ کرناتو محض کام کی ابتداء ہے۔ کئی وجہوں سے سرمایہ دار طبقہ شکست کھانے کے بعد بھی مزدور طبقے سے جس نے اسے شکست دی ہے، نسبتاً زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس لئے اصل کام طاقت کو برقرار رکھنا ہے، اسے مستحکم کرنا ہے، ناقابلِ شکست بنانا ہے۔ اس کے لیے کن باتوں کی ضرورت ہے؟ اس کے لیے تین سب سے اہم فرائض انجام دینا ضروری ہیں جو فتح کے بعد ہی مزدور طبقے کی آمریت پر عاید ہو جاتے ہیں:

(الف) انقلاب کے ہاتھوں زیر اور بے دخل ہونے والے زمینداروں اور سرمایہ داروں کی مزاحمت کچل ڈالی جائے۔ سرمائے کے اقتدار کو واپس لانے کے لیے ان کی ہر کوشش پامال کر دی جائے۔

(ب) تعمیر کا کام اس طرح منظم کیا جائے کہ سارے محنت کش عوام مزدور طبقے کے ساتھ ہو جائیں اور یہ کام اس ڈھنگ سے کیا جائے کہ طبقوں کو مٹانے کے، ان کو ختم کرنے کے حالات پیدا ہو جائیں۔

(ج) غیر ملکی دشمنوں سے جدوجہد کرنے کے لیے، سامراجیت سے جدوجہد کرنے کے لیے انقلاب کو مسلح اور انقلابی فوج کو منظم کیا جائے۔

انہی فرائض کو پورا کرنے کے لیے، ان کو انجام دینے کے لیے، مزدور طبقے کی آمریت کی ضرورت ہے۔

لینن کہتا ہے: "سرمایہ داری کا کمیونزم میں بدل جانا ایک پورے تاریخی عہد کا کام ہے۔ جب تک یہ عہد نہ ختم ہو جائے، لٹیروں کے دل میں سرمایہ داری کو واپس لانے کی امید باقی رہے گی اور یہ امید سرمایہ داری کو واپس لانے کی کوشش میں تبدیل ہو جائے گی۔ پہلی حقیقی شکست کے بعد مغلوب لٹیرے، جنہیں اپنی شکست کی بالکل توقع نہ تھی، جنھوں نے کبھی اس کو ممکن نہیں سمجھا تھا، جنہیں اس کا گمان تک نہ تھا، وہ دس گنا زیادہ جوش و خروش کے ساتھ، انتہائی غیض و غضب اور سو گنا نفرت کے ساتھ اپنی کھوئی ہوئی "جنت" کو واپس لینے کے لیے، اپنے اہل و عیال کی خاطر لڑنے پر اتر آئیں گے جو کس قدر آرام اور آسائش کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر جن کو یہ "عام آدمیوں کا غول" تباہی اور محتاجی (یا عام آدمیوں کی طرح کام کرنے پر) مجبور کر رہا ہے۔۔۔ سرمایہ دار لٹیروں کے قافلے میں درمیانی طبقے کے لوگ بھی بکثرت پائے جائیں گے جن

کے بارے میں ہر ملک کا تاریخی تجربہ شاہد ہے کہ ان کے قدم ڈگمگاتے رہتے ہیں، ان کا دل شش و پنج میں رہتا ہے، ایک دن وہ مزدور طبقے کے ساتھ چلتے ہیں اور دوسرے دن انقلاب کی دشواریوں سے ڈر جاتے ہیں۔ مزدوروں کی پہلی شکست یا نیم شکست سے ہی ان پر ہراس چھا جاتا ہے، ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے، وہ ادھر ادھر دوڑنے لگتے ہیں، رونے لگتے ہیں اور ایک فریق کے پاس سے بھاگ کر دوسرے فریق کے پاس چلے جاتے ہیں۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 140-141)۔

اور سرمایہ داروں کے پاس سرمایہ داری کو واپس لانے کی کوشش کرنے کی بنیاد بھی موجود ہے کیونکہ اپنی شکست کے بہت دنوں بعد تک وہ مزدور طبقے سے جس نے ان کو شکست دی ہے، زیادہ طاقتور رہتے ہیں۔

لینن کہتا ہے: "گو لٹیروں کو کسی ایک ہی ملک میں شکست ہوتی ہے اور عام طور سے یہی ہوتا ہے کیونکہ بہ یک وقت متعدد ملکوں میں انقلاب کا ہونا شاذونادر ہے پھر بھی ان کی طاقت مظلوم طبقے سے زیادہ ہوگی"۔ (ایضا، صفحہ 140)

شکست خوردہ سرمایہ دار طبقے کی قوت کا راز کس چیز میں پوشیدہ ہے؟

اولا۔ "بین الاقوامی سرمائے کی قوت میں، سرمایہ دار طبقے کے بین الاقوامی تعلقات کی قوت اور پائیداری میں۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، صفحہ 60)۔

دوئم۔ اس امر میں کہ "انقلاب کے بعد بہت دنوں تک لٹیرے طبقے کو کئی طرح کی عملی فوقیت حاصل رہتی ہے۔ ان کے پاس روپیہ ہوتا ہے (کیونکہ یکایک سکے کو مٹا دینا ممکن نہیں)، منقولہ جائیداد خاصی بڑی مقدار میں ہوتی ہے۔ ان کے متعدد تعلقات ہوتے ہیں، ان میں تنظیم اور انتظام کی عادت ہوتی ہے، انہیں انتظام کے سارے راز (رواج، طریقے، ذرائع اور امکانات)

معلوم ہوتے ہیں، ان کے پاس اعلی تعلیم ہوتی ہے، اعلی کاریگروں سے قریبی تعلق ہوتا ہے (جن کی بودوباش اور خیالات سرمایہ داروں جیسے ہی ہوتے ہیں)، جنگ کے فن کا ان کو کہیں زیادہ تجربہ ہوتا ہے (اور یہ بڑی اہم بات ہے)"۔ (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 140)۔

تیسرے۔ "عادات و خصائل کی قوت میں، چھوٹے پیمانے کی پیداوار کی طاقت میں۔ کیونکہ بدقسمتی سے آج بھی دنیا میں چھوٹے پیمانے کی پیداوار بڑی حد تک باقی ہے اور چھوٹے پیمانے کی پیداوار برابر، ہر دن، ہر گھنٹہ، خود بخود سرمایہ داری کو اور سرمایہ دار طبقے کو بہت بڑے پیمانے پر وجود میں لاتی ہے۔۔۔ "کیونکہ" طبقات کو مٹا دینے کا مطلب صرف زمینداروں اور سرمایہ داروں کو بے دخل کر دینا نہیں ہے۔ یہ تو ہم نسبتا آسانی سے کر چکے ہیں۔ اس کا مطلب چھوٹے پیمانے پر مال پیدا کرنے والوں سے بھی چھٹکارا پا لینے کے ہیں۔ ان کو بے دخل نہیں کیا جا سکتا۔ ان کو کچلا نہیں جا سکتا۔ ان کے ساتھ ہمیں مل کر رہنا ہوگا۔ ان کو بتدریج، احتیاط کے ساتھ، طویل تنظیمی کام کے زریعے ہی نئے سانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے، نئ تعلیم دی جا سکتی ہے (اور یہی کرنا ہوگا)"۔ (لینن، منتخبات، دسویں جلد، صفحہ 60-83)۔

اسی لیے لینن کہتا ہے: "مزدور طبقے کی آمریت نسبتا ایک طاقتور دشمن یعنی سرمایہ دار طبقے کے خلاف، جس کی شکست کے بعد قوت مقابلہ دس گنا زیادہ ہوگئی ہے، نئے طبقات کی نہایت سخت اور پرزور جنگ ہے۔" اور یہ کہ "مزدور طبقے کی آمریت سماج کی پرانی قوتوں اور روایات کے خلاف ایک مستقل جدوجہد ہے۔ خوں ریز اور بلاخوں ریز، تشدد آمیز، پرامن، فوجی اور معاشی، تعلیمی اور انتظامی"۔ (لینن، منتخبات، دسویں جلد، صفحہ 60-84)۔

یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان فرائض کو ایک مختصر مدت میں انجام دینے کا، چند سالوں میں ان کو پورا کر دینے کا مطلق امکان نہیں ہے۔ اس لیے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ مزدور طبقے کی

آمریت ، سرمایہ داری سے کمیونزم میں منتقل ہونے کا دور، چند "انتہائی انقلابی" کارروائیوں اور حکم ناموں کا بہت مختصر سا دور ہے۔ یہ تو ایک پورا تاریخی دور ہے جس میں خانگی جنگیں اور بیرونی تصادم ہوں گے، مستقل تنظیمی کام اور معاشی تعمیر ہو گی، آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹنا ہو گا، فتح اور شکست ہو گی۔ اس تاریخی دور کی ضرورت صرف اسی لیے نہیں ہے کہ سوشلزم کی مکمل فتح کے لیے معاشی اور تہذیبی حالات پیدا کیے جائیں بلکہ اس لیے بھی ہے کہ مزدوروں کو اس لائق بنایا جائے کہ اولا وہ خود کو تعلیم دیں، اور ملک پر حکومت کرنے کے لیے اپنے آپ میں فولاد کی سی سختی پیدا کریں، اور دوئم، درمیانی طبقے کو اس نئی راہ کی تعلیم دیں، نئے سانچے میں ڈھالیں، جس سے سوشلسٹ پیداوار کی تنظیم یقینی ہو جائے۔

مارکس نے مزدوروں سے کہا تھا: "تمہیں پندرہ، بیس، پچاس برسوں تک خانہ جنگیوں اور بین الاقوامی لڑائیوں میں بسر کرنا پڑے گا تاکہ نہ صرف یہ کہ حالات میں تبدیلی پیدا کر سکو بلکہ اپنے آپ کو بدل سکو، اپنے آپ کو اقتدار سے کام لینے کا اہل بنا سکو۔"

مارکس کے اس خیال کو مزید ترقی دیتے ہوئے لینن نے لکھا: "مزدور طبقے کی آمریت میں یہ ضروری ہو گا کہ کروڑوں کسانوں، اور چھوٹے مالکوں، اور لاکھوں دفتری ملازموں، عہدیداروں اور سرمایہ دار اہلِ علم کو نئی تعلیم دی جائے، "ان سب کو مزدور ریاست اور مزدور قیادت" کے تابع کیا جائے، ان کے "سرمایہ دار عادات و خصائل اور روایات" کی بیخ کنی کر دی جائے۔۔۔اسی طرح یہ بھی ضروری ہو گا کہ "طویل جدوجہد میں، مزدور طبقے کی آمریت کی بنیاد پر، خود مزدور طبقے کو نئی تعلیم دی جائے جو اپنے گھٹیا قسم کے تعصبات کو، ہاتھ کی ایک جنبش سے، کسی معجزے کی طرح حضرت مریم کے حکم پر، کسی نعرے، تجویز، فرمان کی بدولت نہیں بلکہ درمیانی طبقے کے عام

اثرات کے خلاف کٹھن اور طویل عوامی جدوجہد کے بعد ہی ترک کرتے ہیں۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، صفحہ 156-157)۔

2۔ مزدور طبقے کی آمریت سرمایہ داروں پر مزدور طبقے کا تسلط ہے۔ ابھی جن باتوں کا ذکر کیا گیا، ان سے ظاہر ہے کہ مزدور طبقے کی آمریت، پرانے معاشی اور سیاسی نظام کو بعینہ قائم رکھتے ہوئے محض حکومت میں افراد کی تبدیلی کا یا وزارت کی تبدیلی کا نام نہیں ہے۔ تمام ملکوں میں منشویک اور موقع پسند، مزدور طبقے کی آمریت سے آگ کی طرح ڈرتے ہیں، اپنے خوف میں مزدور طبقے کی آمریت کے تصور کے بدلے طاقت پر قبضے کا تصور اختیار کرتے ہیں اور "طاقت پر قبضہ" کرنے سے ان کا مطلب "وزارت کی تبدیلی" یا ایک ایسی نئی وزارت کا اقتدار ہوتا ہے جس میں شیدمان[16]، نوسکی، مکڈانلڈ اور ہنڈرسن جیسے لوگ شامل ہوں۔ اس بات کی صراحت کی ضرورت نہیں کہ یہ اور اس طرح کی اور تبدیلیوں کو مزدور طبقے کی آمریت سے، اصلی اقتدار پر مزدور طبقے کے قبضے سے کوئی نسبت نہیں۔ پرانے سرمایہ دار نظام کے رہتے ہوئے میڈانلڈ اور شیدمان کا اقتدار اور ان کی نام نہاد حکومتیں، سرمایہ دار طبقے کی خدمت گزاری کا آلہ کار بننے کے سوا کچھ نہیں کر سکتیں۔ وہ سامراجیت کے ناسور کو ڈھانکنے والی چادریں ہیں، ظلم اور لوٹ کے مارے ہوئے عوام کی انقلابی تحریک کے خلاف سرمایہ داروں کا ہتھیار ہیں۔ جب کسی پردے کے بغیر عوام پر ظلم کرنا، اور ان کو لوٹنا بے موقع، غیر مفید یا مشکل ہو جاتا ہے تو سرمائے کو اپنی پردہ پوشی کے لیے ایسی ہی حکومتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بے شک ان حکومتوں کا وجود میں آنا اس بات کی علامت

ہے کہ "وہاں درہِ شپکا میں (یعنی سرمایہ داروں کی صف میں) بالکل سکون نہیں ہے"[3]۔ بہر حال اس قسم کی حکومتیں نئے بھیس میں سرمائے ہی کی حکومتیں ہیں۔ کسی مکڈونلڈ یا شیدمان کی حکومت کو مزدور طبقے کے برسرِ اقتدار آنے سے وہی نسبت ہے جو زمین کو آسمان سے ہے۔ مزدور طبقے کی آمریت محض حکومت کی تبدیلی کا نام نہیں ہے۔ وہ ایک نئی ریاست ہے جس کے اقتدار کے مرکزی اور مقامی نمائندے بھی نئے ہوتے ہیں۔ وہ مزدور طبقے کی ریاست ہے جو پرانی ریاست کے، سرمایہ دار ریاست کے کھنڈر پر اٹھائی گئی ہے۔

ریاست حکمران طبقے کے ہاتھوں میں اپنے طبقاتی دشمنوں کی مزاحمت کو کچلنے کا ایک آلہ ہے۔ اس اعتبار سے بنیادی طور پر مزدور طبقے کی آمریت کسی اور طبقے کی آمریت سے مختلف نہیں ہے کیونکہ مزدور ریاست سرمایہ دار طبقے کو کچلنے کا آلہ ہے۔ لیکن دونوں میں ایک بڑا فرق بھی ہے۔ وہ فرق یہ ہے کہ اب تک کی تمام طبقاتی ریاستیں مظلوم اکثریت پر ظالم اقلیت کی آمریت تھیں۔ مگر مزدور طبقے کی آمریت ظالم اقلیت پر مظلوم اکثریت کی آمریت ہے۔

مختصر یہ کہ: مزدور طبقے کی آمریت سرمایہ داروں پر مزدور طبقے کی حکومت ہے جو قانون (سرمایہ دار قانون-مترجم) کی پابندیوں سے آزاد اور قوت پر مبنی ہے، مزدور طبقے کی قوت پر، اور جس حکومت کو محنت کش اور مظلوم عوام کی ہمدردی اور حمایت حاصل ہے۔ (ریاست اور انقلاب)

اس سے دو اہم نتیجے نکلتے ہیں:

[3] یہ ایک روسی کہاوت ہے جو 78-1877ء کی روس-ترک جنگ کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔ درہِ شپکا میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور روسی فوج کو سخت زک اٹھانی پڑ رہی تھی۔ مگر زار کے فوجی مرکز سے ہی اعلان ہوتا تھا کہ "درہِ شپکا میں بالکل سکون رہا"۔ (انگریزی ایڈیشن کے مدیر کا نوٹ)۔

پہلا نتیجہ: مزدور طبقے کی آمریت "مکمل" جمہوریت، "سب" کی جمہوریت، امیر اور غریب دونوں کی جمہوریت نہیں ہو سکتی۔ مزدور طبقے کی آمریت کو "ایسی ریاست ہونا چاہیے جو مزدور طبقے اور عام طور پر بے ملکیت عوام کے لیے تو ایک "نئے طرز" کی جمہوریت ہو مگر سرمایہ دار طبقے کے خلاف ایک نئے طرز کی آمریت ہو۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 34)۔ عالمگیر مساوات، "خالص" جمہوریت، "مکمل" جمہوریت وغیرہ کے بارے میں کاؤتسکی اور ان کے احباب کی باتیں سرمایہ داری کا نقاب ہیں تاکہ یہ حقیقت چھپ جائے کہ ظالم اور مظلوم میں برابری کا ہونا ممکن نہیں ہے۔" "خالص" جمہوریت کا نظریہ مزدور طبقے کی بالائی جماعت کا (ٹریڈ یونین بیوروکریسی کا) نظریہ ہے جسے سامراجی لٹیروں نے توڑ لیا ہے اور جو ان کے ٹکڑوں پر پلتی ہے۔ اسے وجود میں لانے کی غرض یہی تھی کہ سرمایہ داری کے ناسور کو ڈھانپا جائے، سامراجیت کی کمی دور کی جائے، اسے مزدور عوام کی جدوجہد کے خلاف اخلاقی قوت عطا کی جائے۔ سرمایہ داری کے تحت مظلوموں کی سچی آزادی کا وجود نہ تو ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اس کی کوئی اور وجہ نہ ہو تو کم سے کم یہ ضرور ہے کہ عمارتیں، چھاپے خانے اور کاغذ وغیرہ، جو اس آزادی سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہیں، وہ لٹیروں کے لیے مخصوص ہیں۔ سرمایہ داری کے تحت ملک کے نظم و نسق میں مظلوم عوام کوئی حصہ نہیں لیتے اور نہ لے سکتے ہیں۔ جس کی کوئی اور وجہ نہ ہو تو کم سے کم یہ ضرور ہے کہ سرمایہ داری کے تحت سب سے زیادہ جمہوری عہد میں بھی حکومتیں عوام نہیں بلکہ روتھ چائلڈ، اسٹینس، راک فیلر اور مارگن (یورپ اور امریکہ کے سرمایہ دار خاندان-مترجم) قائم کرتے ہیں۔ سرمایہ داری کے تحت جمہوریت بھی سرمایہ دار جمہوریت ہوتی ہے؛ ظالم اقلیت کی جمہوریت، جو مظلوم اکثریت کے حقوق پر قید و بند لگانے کے اصول پر قائم ہوتی ہے، جس کا وجود اس اکثریت کے خلاف ہوتا ہے۔ صرف مزدور طبقے کی آمریت میں مظلوموں کے لیے سچی

"آزادی" اور ملک کے نظم و نسق میں مزدوروں اور کسانوں کی سچی شرکت ممکن ہے۔ مزدور طبقے کی آمریت میں جمہوریت، مزدور جمہوریت ہے، مظلوم اکثریت کی جمہوریت ہے، جو ظالم اقلیت کے حقوق پر قید و بند لگانے کے اصول پر قائم ہے اور جس کا وجود اس اقلیت کے خلاف ہے۔

دوسرا نتیجہ: مزدور طبقے کی آمریت، سرمایہ دار سماج اور سرمایہ دار جمہوریت کی پر امن نشو و نما کے زریعے قائم نہیں ہو سکتی۔ یہ سرمایہ دار ریاست کے کل پرزوں کا، سرمایہ دار فوج کا، سرمایہ دار دفتری نظام اور سرمایہ دار پولیس کا قلع قمع کر کے ہی قائم ہو سکتی ہے۔

کمیونسٹ مینی فیسٹو کے مقدمے میں مارکس اور اینگلز نے لکھا تھا: "مزدور طبقہ بنی بنائی ریاستی مشینری پر محض قبضہ کر کے اسے اپنے کام میں نہیں لا سکتا۔" کوگلمان کو (1871ء) میں ایک خط میں مارکس نے بتایا تھا کہ مزدور انقلاب کا فریضہ "پہلے کی طرح اب نوکر شاہی فوجی مشین کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ اسے ڈھیر کر دے۔ براعظم[4] میں ہر سچے عوامی انقلاب کی یہ ایک اولین شرط ہے۔"

مارکس نے اس جملے میں براعظم (یورپ) کی تحسین کی ہے جس سے تمام ملکوں کے موقع پرستوں اور منشویکوں کو یہ کہنے کا بہانہ مل گیا کہ مارکس نے یہ بات مان لی تھی کہ کم از کم براعظم کے باہر چند ملکوں (انگلستان، امریکہ) میں سرمایہ دار جمہوریت پر امن ارتقاء کے زریعے مزدور جمہوریت میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ مارکس نے حقیقت میں اس امکان کو تسلیم کیا تھا اور اس کے پاس پچھلی صدی کی ساتویں دہائی میں انگلستان اور امریکہ کے متعلق یہ ماننے کے معقول اسباب بھی تھے۔ اس وقت اجارہ دار سرمایہ داری اور سامراجیت کا کوئی وجود نہیں تھا، ان ملکوں میں ان کی مخصوص نشو و نما کے حالات کی بدولت فوجیت اور نوکر شاہی نے زیادہ سر نہیں اٹھایا تھا۔ ترقی یافتہ

---

[4] براعظم سے مراد براعظم یورپ ہے۔ مترجم۔

سامراجیت کے ظہور سے پہلے (یورپ کا) یہی حال تھا۔ لیکن پھر تیس چالیس برس گزر جانے کے بعد، ان ملکوں کے حالات میں بڑی تبدیلی آگئی۔ سامراجیت ترقی کر کے تمام سرمایہ دار ملکوں کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی، انگلستان اور امریکہ میں بھی فوجیت اور نوکر شاہی کا ظہور ہو گیا تھا۔ انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پر امن ارتقاء کے مخصوص حالات باقی نہیں رہے تھے۔ اب ان ملکوں کے بارے میں مارکس کی تخصیص قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

لینن نے لکھا" آج 1917ء میں پہلی سامراجی جنگِ عظیم کے عہد میں مارکس کی یہ تخصیص صحیح نہیں۔ انگلستان اور امریکہ دونوں ہی جو ساری دنیا میں انگریزی الاصل " آزادی" کے سب سے بڑے اور آخری نام لیوا تھے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے یہاں فوجیت اور نوکر شاہی کا وجود نہیں تھا، اب یورپ کے دوسرے ملکوں کی طرح وہ بھی فوجی نوکر شاہی کی گندی اور خونی دلدل میں پھنس گئے ہیں، جہاں ہر چیز انہی اداروں کے تابع ہے، جہاں ہر چیز پامال کی جارہی ہے۔ آج انگلستان اور امریکہ دونوں جگہوں میں سچے عوامی انقلاب کی اولین شرط یہ ہے کہ بنی بنائی ریاستی مشین کو(جس نے ان ملکوں میں 1914ء سے 1917ء کے درمیانی عرصے میں سارے یورپ کی طرح سامراجی پختگی حاصل کرلی ہے) چکنا چور کر دیا جائے، برباد کر دیا جائے۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 37)

دوسرے لفظوں میں بزور طاقت حاصل کیے جانے والے مزدور انقلاب کا قانون، سرمایہ دار ریاستی مشینری کو چکنا چور کر دینے کا قانون، جو اس طرح کے انقلاب کی شرطِ اولین ہے، دنیا کے سامراجی ملکوں کی انقلابی تحریک کا ضروری قانون ہے۔

مستقبل بعید میں، اگر مزدور طبقہ سب سے اہم سرمایہ دار ملکوں میں فتحیاب ہو جائے اور موجودہ سرمایہ دار محاصرے کے بجائے ایک سوشلسٹ محاصرہ قائم ہو جائے تو بعض سرمایہ دار ملکوں کے

لیے بے شک "پر امن" نشوونما کی راہ نکل سکتی ہے، کیونکہ وہاں کے سرمایہ داروں کو "ناموافق" بین الاقوامی حالات کے پیشِ نظر مصلحت یہی معلوم ہو گی کہ "خوشی خوشی" مزدور طبقے کو خاصی اہم مراعات عطا کر دیں۔ لیکن یہ بات ایک ایسے مستقبل کے بارے میں ہی کہی جا سکتی ہے جو ابھی بہت دور ہے اور جس کا صرف امکان ہی امکان ہے۔ مستقبل قریب میں اس بات کی قطعی کوئی گنجائش نہیں۔ اس لیے لینن کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ: "سرمایہ دار ریاستی مشین کو طاقت کے زریعے برباد کرنا اوراس کی جگہ پر ایک نئی ریاستی مشین قائم کیے بغیر انقلاب ممکن نہیں ہے۔" (لینن، منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 124)۔

3۔ **<u>سوویت[17] اقتدار مزدور طبقے کی آمریت کی ریاستی شکل ہے۔</u>** مزدور طبقے کی آمریت کی فتح اس بات کی علامت ہے کہ سرمایہ دار طبقہ کچل دیا گیا ہے، سرمایہ دار ریاستی مشینری توڑ دی گئی ہے، اور سرمایہ دار جمہوریت کے بجائے مزدور جمہوریت قائم ہو چکی ہے۔ یہ بات صاف ہے لیکن کن تنظیموں کے زریعے اس عظیم الشان فریضے کو انجام دیا گیا ہے؟ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ مزدور طبقے کی تنظیم کی پرانی شکلیں جن کی نشوونما سرمایہ دار پالیمانیت کی بنیاد پر ہوئی تھی اس کے لیے کافی نہیں ہیں۔ پھر مزدور طبقے کی تنظیم کی وہ کون سی شکلیں ہیں جو سرمایہ دار ریاستی مشینری کی قبر کھود سکتی ہیں، جن میں صرف اس مشین کو چکنا چور کرنے کی، صرف سرمایہ دار جمہوریت کی جگہ پر مزدور جمہوریت قائم کرنے کی قدرت نہیں بلکہ یہ قدرت بھی ہے کہ مزدور ریاستی اقتدار کا سنگِ بنیاد بن سکیں۔

مزدودر طبقے کی تنظیم کی یہ نئی شکل سوویت ہے۔

تنظیم کی پرانی شکلوں کے مقابلے میں سوویت کی طاقت کس بات میں مضمر ہے؟

اس بات میں کہ سوویت، مزدور طبقے کی سب سے ہمہ گیر عوامی تنظیم ہے، کیونکہ وہی اور صرف وہی ایک ایسی تنظیم ہے جو بلا استثناء تمام مزدوروں کو اپنے اندر شامل کرلیتی ہے۔ اس بات میں کہ سوویت ہی ایک ایسی عوامی تنظیم ہے جو لوٹ اور ظلم کے مارے ہوئے تمام مزدوروں اور کسانوں، سپاہیوں اور ملاحوں کو اپنے اندر شامل کرلیتی ہے اور جس میں اسی وجہ سے عوام کا ہراول یعنی مزدور طبقہ بے حد آسانی کے ساتھ اور مکمل طور سے عوامی کشمکش کی سیاسی رہنمائی کا حق ادا کرسکتا ہے۔ اس بات میں کہ سوویت، "عوام کی انقلابی کشمکش کا" عوام کے سیاسی عمل کا، عوام کی بغاوت کا سب سے مضبوط حربہ ہیں، جن میں مالیاتی سرمایہ اوراس کے سیاسی پٹھوؤں کے مکمل اقتدار کا خاتمہ کردینے کی قدرت ہے۔

اس بات میں کہ سوویت، عوام کی براہِ راست اپنی تنظیم ہیں۔ یعنی وہ عوام کی سب سے جمہوری اوراس لیے سب سے معتبر اور بااختیار تنظیم ہیں جن کے زریعے نئ ریاست کی تعمیر کے کام میں، اوراس کے نظم ونسق میں وہ بہ آسانی زیادہ سے زیادہ حصہ لے سکتے ہیں اور جو پرانے نظام کو برباد کرنے کی کشمکش میں، نئے نظام کی کشمکش میں، عوام کے انقلابی جوش و خروش، ان کی پیش قدمی اوران کی تخلیقی صلاحیت کو پوری طرح ابھرنے کا موقع دیتی ہیں۔

سوویت اقتدار تمام مقامی سوویتوں کو ملادینے، ان کو ایک متحدہ ریاستی تنظیم کی شکل دے دینے کا نام ہے جو لوٹ اور ظلم کے مارے ہوئے عوام کے رہنما اور حکمران طبقہ یعنی مزدور طبقے کی ریاستی تنظیم ہے۔ سوویت اقتدار مقامی سوویتوں کو جمہوریہ سوویت میں ملادینے کا نام ہے۔

سوویت اقتدار کی مرکزی خصوصیت یہ ہے کہ یہ تنظیمیں جن کی عوامی حیثیت سب سے زیادہ واضح ہے، جو انہی طبقوں کی سب سے انقلابی تنظیمیں ہیں جن پر زمیندار اور سرمایہ دار ظلم ڈھایا کرتے تھے، اب "ریاست کے سارے اقتدار کی، ساری ریاستی مشین کی مستقل واحد بنیاد ہیں۔"

اور یہ کہ "وہی عوام جنہیں سب سے زیادہ جمہوری ریپبلک میں بھی، قانونی برابری حاصل ہونے کے باوجود عملاً ہزاروں چالبازیوں اور تدبیروں سے سیاسی زندگی میں حصہ لینے سے، جمہوری حقوق اورآزادی سے فیضیاب ہونے سے باز رکھا جاتا تھا، اب ریاست کے جمہوری نظم ونسق میں مستقل اورسب سے بڑھ کر یہ کہ فیصلہ کن طور پر شرکت کرنے لگے ہیں۔" (لینن۔ منتخبات، ساتویں جلد، صفحہ 231)

یہی وجہ ہے کہ سوویت اقتدار، ریاستی تنظیم کی ایک نئی شکل ہے جو پرانی سرمایہ دار جمہوری اورپارلیمانی شکلوں سے اصولاً مختلف ہے، ایک نئے طرز کی ریاست ہے جس کا کام محنت کش عوام کو لوٹنا اوران پر ظلم ڈھانا نہیں ہے بلکہ انہیں تمام ظلم اور لوٹ سے پوری طرح آزاد کرنا ہے، مزدور طبقے کی آمریت کے فریضوں کو پورا کرنا ہے۔ لینن نے صحیح کہا ہے کہ سوویت اقتدار کے وجود میں آنے پر "سرمایہ دار جمہوری پارلیمانیت کا عہد ختم ہوگیا اوردنیا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا، مزدورآمریت کا آغاز ہوا۔"

سوویت اقتدار کی ممتاز خصوصیات کیاہیں؟

سوویت اقتدار کی عوامی حیثیت سب سے زیادہ واضح ہے۔ طبقوں کے موجود رہنے کی حالت میں وہ تمام قسم کی ریاستی تنظیموں میں سب سے جمہوری ریاستی تنظیم ہے کیونکہ لٹیروں کے خلاف وہ مزدوروں اور مظلوم کسانوں کے اتحاد اور تعاون کا میدانِ عمل ہے۔ اسی اتحاد اور تعاون پر اس کی بنیاد قائم ہے۔ اوراس وجہ سے وہ آبادی کی اقلیت پر اکثریت کے اقتدار کی نمائندہ ہے۔ وہ اکثریت کی ریاست ہے، اس کی آمریت کا اظہار ہے۔

سوویت اقتدار طبقاتی سماج کے دور کی تمام ریاستی تنظیموں میں سب سے زیادہ بین الاقوامی تنظیم ہے کیونکہ اس میں ہر قسم کے قومی مظالم کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے اوراس کی بنیاد مختلف قوموں کے

محنت کش عوام کے اشتراکِ عمل پر قائم ہے۔یہی سبب ہے کہ وہ ایک متحدہ ریاست میں ان عوام کے اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔

سوویت اقتدار کی ساخت ایسی ہے کہ عوام کے ہراول یعنی مزدور طبقے کے لیے جو سوویتوں کا سب سے مستحکم اور سب سے زیادہ طبقاتی شعور رکھنے والا مرکزی رکن ہے ظلم اور لوٹ کے مارے ہوئے عوام کی رہنمائی کرنے کے کام میں سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

لینن کہتا ہے: "تمام انقلابوں، مظلوم طبقے کی تمام تحریکوں کا تجربہ، عالمگیر اشتراکی تحریک کا تجربہ، یہی بتاتا ہے کہ صرف مزدور ہی ایک ایسا طبقہ ہے جو محنت کش اور مظلوم آبادی کے منتشر اور پسماندہ طبقوں کو متحد کر سکتا ہے، ان کی رہنمائی کر سکتا ہے۔" (لینن۔ منتخبات۔ ساتویں جلد۔ صفحہ 232۔)

سوویت اقتدار کی ساخت نے اس تجربے کو عملی جامعہ پہنانے میں سہولت پیدا کر دی ہے۔ سوویت اقتدار کے تحت قانون سازی اور نظم و نسق کو ایک ہی ریاستی ادارے کے ہاتھوں میں جمع کر دیا گیا ہے۔ انتخابی حلقے علاقوں کی بنیاد کے بجائے صنعتی حلقوں، کارخانوں اور فیکٹریوں کی بنیاد پر بنائے جاتے ہیں۔ اور اس طرح مزدوروں اور محنت کش عوام کو ریاستی نظم و نسق کے آلات سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔ انہیں ملک کے نظم و نسق کی تعلیم دی جاتی ہے۔

سوویت اقتدار میں ہی یہ ممکن ہے کہ فوج کو سرمایہ دار کمان کی اطاعت سے چھٹکارا ملے۔ فوج عوام کے ظلم کا آلہِ کار نہیں رہتی جو سرمایہ داری کے تحت اس کی حیثیت ہے وہ ملکی اور غیر ملکی سرمایہ داروں کی غلامی سے عوام کو آزاد کرنے کا آلہ بن جاتی ہے۔

"ریاست کی سوویت تنظیم میں ہی یہ قدرت ہے کہ پرانے یعنی سرمایہ دار دفتری اور عدالتی کل پرزوں کو فوراً اور پوری طرح سے چور کر دے اور ہمیشہ کے لیے برباد کر ڈالے"۔ (ایضا)

ریاست کی سوویتی تنظیم میں ہی یہ قدرت ہے کہ محنت کشوں اور مظلوموں کی عوامی تنظیموں کو ریاستی نظم و نسق میں مستقلا اور بلا روک ٹوک شریک کر کے ریاست کے تدریجی زوال کے لیے حالات پیدا کرے جو مستقبل کے بے ریاستی کمیونسٹ سماج کی ایک بنیادی خاصیت ہے۔
غرض یہ کہ جمہوریہ سوویت ہی وہ سیاسی شکل ہے جو تلاشِ بسیار کے بعد دریافت ہوئی ہے۔ یہی وہ سانچہ ہے جس کے اندر رہ کر مزدور طبقے کی معاشی نجات اور سوشلزم کی مکمل فتح حاصل ہو گی۔
پیرس کمیون[18] اس کی ابتدائی حالت تھی۔ سوویت اقتدار اس کی ترقی یافتہ اور مکمل صورت ہے۔
اسی لیے لینن کہتا ہے: "مزدوروں، سپاہیوں اور کسانوں کے نمائندوں کی سوویتوں کی جمہوریت نہ صرف یہ کہ اعلی طرز کے جمہوری ادارے کی شکل ہے بلکہ یہی ایک ایسی شکل ہے جس کے ذریعے بلا کسی تکلیف کے سوشلزم تک پہنچنا ممکن ہے۔ (لینن۔ منتخبات، چھٹی جلد۔ صفحہ 447۔)۔

5۔ کسانوں کا مسئلہ

اس موضوع پر میں چار مسئلوں سے بحث کروں گا۔ (الف) مسئلے کی صورت۔ (ب) سرمایہ دار جمہوری انقلاب کے دوران میں کسانوں کی حیثیت۔ (ج) مزدور انقلاب کے دوران میں کسانوں کی حیثیت۔ (5) سوویت اقتدار کے استحکام کے بعد کسانوں کی حیثیت۔
1۔ مسئلے کی صورت: کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لینن ازم میں بنیادی چیز کسانوں کا مسئلہ ہے۔ لینن ازم کی ابتداء کسانوں کے مسئلے سے، ان کے کارِ منصبی اور ان کی اعتباری اہمیت کے مسئلے سے ہوتی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ لینن ازم کا بنیادی مسئلہ، اس کا نقطہِ آغاز، کسانوں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ مزدور طبقے کی آمریت کا مسئلہ ہے۔ ان حالات کا مسئلہ ہے جن میں اسے قائم کیا جا سکتا ہے، جن

میں اسے مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ کسانوں کا مسئلہ مزدور اقتدار کی اس جدوجہد میں مزدور طبقے کے حلیف (اتحادی) کا مسئلہ ہے۔ اسی لئے وہ ایک ضمنی مسئلہ ہے۔

لیکن کسانوں کے مسئلے کو مزدور انقلاب کے سلسلے میں جو عظیم الشان اہمیت حاصل ہے اس میں بلاشک اس وجہ سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ سب لوگ جانتے ہیں کہ روسی مارکسیوں نے پہلے انقلاب (1905ء) کے موقعے پر کسانوں کے مسئلے کا سنجیدگی سے مطالعہ شروع کیا تھا۔ اس وقت پارٹی کے سامنے زاریت کا خاتمہ کرنے اور مزدور طبقے کی قیادت قائم کرنے کا مسئلہ اپنی پوری وسعت میں سامنے آچکا تھا اور آنے والے سرمایہ دار انقلاب میں مزدور طبقے کے حلیف کے سوال نے فوری مرکزی اہمیت حاصل کرلی تھی۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ مزدور انقلاب کے دوران میں روس کے کسانوں کے مسئلے نے اور زیادہ اہم حیثیت حاصل کرلی تھی۔ اس وقت مزدور طبقے کی آمریت کے مسئلے نے، اسے قائم کرنے اور برقرار رکھنے کے مسئلے نے، آنے والے مزدور انقلاب میں مزدور طبقے کے حلیف کا مسئلہ پیدا کیا۔ اور یہ قدرتی بات تھی۔ جو لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں، اس کی تیاری کرتے ہیں انہیں اس سوال میں دلچسپی لینی ہی پڑتی ہے کہ ان کے اصلی حلیف کون ہیں۔

اس مفہوم میں کسانوں کا مسئلہ مزدور طبقے کی آمریت کے عام مسئلے کا جزو ہے اور اس اعتبار سے لینن ازم کے مسائل میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔

دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں نے کسانوں کے مسئلے سے بے اعتنائی اور بعض اوقات واقعی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ مغربی ملکوں کی نشوونما کے خاص حالات ہی اس کا ایک سبب نہ تھے۔ اس کی سب سے پہلی وجہ یہ تھی کہ یہ پارٹیاں مزدور طبقے کی آمریت کو نہیں مانتی تھیں، انقلاب سے ڈرتی تھیں اور ان کو مزدور طبقے کو برسرِ اقتدار لانے کی فکر نہ تھی۔ اور جو لوگ انقلاب سے ڈرتے

ہیں، جو مزدور طبقے کو برسرِ اقتدار لانا نہیں چاہتے ان کو انقلاب میں مزدور طبقے کے اتحادیوں کے سوال سے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کو اتحادیوں کے سوال سے کوئی بحث نہیں تھی۔ ان کی نظر میں اس سوال کی کوئی فوری اہمیت بھی نہیں تھی۔ کسانوں کے مسئلے کی طرف طنزیہ انداز اختیار کرنا، دوسری انٹرنیشنل کے سورماؤں کے نزدیک اچھی تربیت کی علامت تھی، "سچی" مارکسزم کی علامت تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں مارکسزم کی بو تک نہیں ہے کیونکہ مزدور انقلاب کے موقع پر کسانوں کا مسئلہ بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس سے بے اعتنائی برتنا، مزدور طبقے کی آمریت سے انکار کرنا اور مارکسزم سے پوری طرح غداری کرنے کی صریحی علامت ہے۔

یہ سوال اس صورت میں سامنے آتا ہے: کسانوں میں ان کی زندگی کے خاص حالات کی بدولت جو انقلابی امکانات مخفی ہیں وہ بالکل ختم ہوگئے یا نہیں۔ اگر نہیں، تو کیا کوئی امید، کوئی بنیاد ہو سکتی ہے کہ ان امکانات سے مزدور انقلاب کے لیے کام لیا جائے۔ کسانوں کو، ان کی مظلوم اکثریت کو، سرمایہ داروں کی معاون قوت نہ رہنے دیا جائے جو مغربی ملکوں میں سرمایہ دار انقلابوں کے دوران ان کی حیثیت تھی اور اب بھی ہے، بلکہ اس کو بدل کر انہیں مزدور طبقے کا معاون، اس کا ساتھی بنا لیا جائے؟

لینن ازم اس سوال کا جواب اثبات میں دیتا ہے۔ یعنی وہ تسلیم کرتا ہے کہ عام کسانوں کی اکثریت میں انقلابی صلاحیت موجود ہے اور اس سے مزدور آمریت کے لیے کام لیا جا سکتا ہے۔ روس میں تینوں انقلابوں کی تاریخ سے اس مسئلے پر لینن ازم کے نتیجوں کی تصدیق ہو چکی ہے۔

اس لیے یہ عملی نتیجہ نکلتا ہے کہ غلامی اور لوٹ کے خلاف جدوجہد میں ظلم اور افلاس سے نجات پانے کی جدوجہد میں کسانوں کی حمایت کی جائے۔ اس میں کسی طرح کی کوتاہی نہ ہو۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مزدور طبقے کو ہر کسان تحریک کی حمایت کرنا ہوگی۔ ہم یہاں جس چیز کا زکر

کر رہے ہیں وہ کسانوں کی وہ تحریکیں اوران کی وہ جدوجہد ہے جن سے کسی نہ کسی صورت میں مزدور انقلاب کا کام چلتا ہے، جن سے کسانوں کو مزدور طبقے کا معاون اور ساتھی بننے میں مدد ملتی ہے۔

2۔ **سرمایہ دار جمہوری انقلاب میں کسانوں کی حیثیت۔** یہ دور پہلے انقلابِ روس (1905ء) سے دوسرے انقلاب (فروری 1917ء) تک کا دور ہے جس میں دوسرا انقلاب بھی شامل ہے۔ اس دور کی ممتاز خاصیت کسانوں کا آزاد خیال سرمایہ داروں کے اثر سے نجات پانا، کسانوں کا کادیت[5] (دستوری جمہوری) پارٹی والوں سے الگ ہو جانا، کسانوں کا مزدور طبقے کی طرف، بالشویک پارٹی کی طرف رخ کرنا ہے۔ اس دور کی تاریخ کسانوں کے لیے کادیت پارٹی والوں (آزاد خیال سرمایہ داروں) اور بالشویکوں (مزدور طبقے) کی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ اس جدوجہد کا فیصلہ دوما[6] کے دور میں ہوا کیونکہ دوما کے دور میں کسانوں کو ایک عبرتناک سبق مل گیا جس نے کسانوں کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ کادیت پارٹی والوں کے ہاتھوں ان کو نہ تو زمین ملے گی اور نہ آزادی۔ اور یہ کہ زار بالکل زمینداروں کے حق میں ہے اور کادیت پارٹی والے زار کے حامی ہیں۔ اور یہ کہ کسان اگر کسی پر بھروسہ کر سکتے ہیں تو صرف شہری مزدوروں پر، مزدور طبقے پر۔ سامراجی جنگ نے دومائی دور کے اس تجربے پر تصدیق کی مہر لگا دی۔ سرمایہ داروں سے کسانوں کی علیحدگی کی تکمیل کر دی۔ آزاد خیال سرمایہ داروں کو یکہ و تنہا چھوڑ دیا کیونکہ جنگ کے دنوں میں یہ بات صاف ہو گئی کہ زار اوراس کے سرمایہ دار ساتھیوں کے ذریعے امن حاصل کرنے کی امید کرنا بالکل نے نتیجہ ہے

---

5 دستوری جمہوری پارٹی کے لیے روسی میں جو الفاظ ہیں ان کا مخفف "کادیت" ہے۔

6 روسی پارلیمنٹ

اور خود کو دھوکے میں رکھنا ہے۔ دوما کے دور کے عبرت ناک تجربے کے بغیر مزدور طبقے کی قیادت ممکن نہیں ہوتی۔

سرمایہ دار جمہوری انقلاب میں مزدوروں اور کسانوں میں اتحاد اسی طرح قائم ہوا تھا۔ اسی طرح زاریت کا خاتمہ کرنے کی مشترکہ جدوجہد میں مزدور طبقے کی قیادت (رہنمائی) قائم ہوئی تھی اور اسی قیادت کی بدولت 1917ء کا فروری انقلاب آیا۔

سب کو معلوم ہے کہ مغربی ملکوں (انگلستان، فرانس، جرمنی اور آسٹریا) میں سرمایہ دار انقلابوں نے دوسرا راستہ لیا۔ وہاں انقلاب کی قیادت مزدور طبقے کے ہاتھ میں نہیں تھی کیونکہ مزدور طبقہ اپنی کمزوری کی بدولت کسی آزاد سیاسی طاقت کا نمائندہ نہیں تھا اور نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ قیادت کی باگ آزاد خیال سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں تھی۔ وہاں کسانوں کو مزدور طبقے نے جاگیردارانہ بندشوں سے نجات نہیں دلائی کیونکہ وہ تعداد میں بہت کم اور غیر منظم تھے بلکہ سرمایہ دار طبقے نے دلائی۔ وہاں کسان پرانے نظام کے خلاف آزاد خیال سرمایہ داروں کے دوش بدوش آگے بڑھے تھے۔ وہاں کسانوں نے سرمایہ دار طبقے کی محفوظ فوج کا کام کیا۔ یہی سبب تھا کہ وہاں انقلاب نے سرمایہ داروں کی سیاسی اہمیت میں بے حد اضافہ کیا۔

روس میں اس کے برعکس سرمایہ دار انقلاب کا نتیجہ الٹ ہوا۔ روس میں انقلاب نے سرمایہ داروں کو سیاسی حیثیت سے تقویت نہیں پہنچائی بلکہ کمزور کیا۔ اس کے سیاسی معاونوں میں اضافہ نہیں ہوا بلکہ اس کے سب سے اہم معاون کسان بھی ہاتھ سے جاتے رہے۔ روس میں سرمایہ دارانقلاب سے آزاد خیال سرمایہ دار نہیں بلکہ انقلابی مزدور طبقہ سب سے آگے بڑھ آیا اور کروڑوں کسان اس کے ساتھ ہو گئے۔ ضمنی طور پر، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روس میں سرمایہ دار انقلاب

نسبتاً مختصر مدت میں دورِ انقلاب میں کیسے تبدیل ہو گیا۔ مزدور طبقے کی قیادت، مزدور طبقے کی آمریت کی ابتدائی صورت تھی، اس میں تبدیل ہونے کا عبوری دور تھا۔

یہ روسی انقلاب کی ایک انفرادی خاصیت ہے جس کی نظیر مغرب کے سرمایہ دار انقلابوں کی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ خصوصیت کیسے پیدا ہوئی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ روس میں سرمایہ دار انقلاب کے خدوخال مغرب کے مقابلے میں طبقاتی جدوجہد کے زیادہ ترقی یافتہ حالات میں ابھرے تھے۔ روس کا مزدور طبقہ اس وقت ایک آزاد سیاسی طاقت بن چکا تھا۔ اورآزاد خیال سرمایہ دار، مزدور طبقے کے انقلابی جوش و خروش سے ڈر کر (خصوصاً 1905ء کی مثال کے بعد) انقلابی طرزِ عمل سے بالکل قطع تعلق کر چکے تھے اور انقلاب کے خلاف، مزدوروں اور کسانوں کے خلاف، زار اور زمینداروں سے مل گئے تھے۔

ہمیں مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھنی چاہییں جن سے روس کے سرمایہ دار انقلاب کی ممتاز خصوصیات پیدا ہوئی تھیں:

1۔ انقلاب کے موقع پر روسی صنعت اس قدر سمٹ چکی تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ مثلاً یہ سب کو معلوم ہے کہ روس میں 54 فیصدی مزدور ایسے کارخانوں میں کام کرتے تھے جن میں ہر ایک میں پانچ سو سے زیادہ مزدور تھے۔ حالانکہ امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں ایسے کارخانوں میں صرف 23 فیصدی مزدور کام کرتے تھے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ بالشویک پارٹی جیسی انقلابی پارٹی کی موجودگی میں اس واقعے نے روس کے مزدور طبقے کو ملک کی سیاسی زندگی میں ایک زبردست طاقت بنا دیا۔

2۔ کارخانوں میں لوٹ کے وحشت ناک طریقے اور جلاد صفت زار کا پولیس راج ناقابلِ برداشت ہو چکا تھا۔ اس وجہ سے مزدوروں کی ہر بڑی ہڑتال ایک شاندار سیاسی عمل کی صورت اختیار کر لیتی تھی اور مزدور طبقے کو تپا تپا کر سر سے پیر تک انقلابی بنا رہی تھی۔

3۔ روسی سرمایہ داروں کی سیاسی کمزوری 1905ء کے انقلاب کے بعد زار شاہی کی کفش برداری (فرمانبرداری / چاکری) اور بالکل انقلاب دشمنی کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ روسی مزدور طبقے کا انقلابی جوش و خروش ہی ایک سبب نہ تھا جس نے روسی سرمایہ داروں کو زار شاہی کی آغوش میں ڈال دیا بلکہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان سرمایہ داروں کا دارومدار حکومت کے ٹھیکے پر تھا۔

4۔ گاؤں میں زرعی غلامی کے خوفناک اور ناقابلِ برداشت اثرات اب تک باقی تھے۔ اس کے ساتھ زمینداروں کا ظلم بھی تھا۔ ان حالات نے کسانوں کو انقلاب کی آغوش میں ڈال دیا۔

5۔ زاریت ہر زندہ چیز کا گلا گھونٹ دیا کرتی تھی۔ اس کی جابرانہ حکومت نے سرمایہ داروں اور زمینداروں کے ظلم و تعدی کو اور تیز کر دیا تھا۔ ان حالات نے مزدوروں اور کسانوں کو انقلاب کے ایک تیز سیلاب میں متحد کر دیا۔

6۔ سامراجی جنگ نے روس کی سیاسی زندگی کے ان تمام اضداد کو ملا کر ایک زبردست انقلابی بحران پیدا کر دیا اور انقلاب کو وار کرنے کی زبردست قوت عطا کی۔

ان حالات میں کسان کدھر جا سکتے تھے؟ زمینداروں کے ظلم اور زار کی جابرانہ حکومت کے خلاف، جنگ کی تباہ کاریوں کے خلاف، انہیں مدد کہاں سے مل سکتی تھی؟ آزاد خیال سرمایہ داروں سے؟ لیکن وہ تو دشمن تھ۔ چاروں دوماؤں کے طویل تجربے نے یہ ثابت کر دیا تھا۔ سوشلسٹ انقلابی پارٹی[19] سے؟ سوشلسٹ انقلابی کادیت لوگوں سے "بہتر" تھے۔ بے شک ان کا پروگرام زیادہ "مناسب" تھا اور قریب قریب کسان پروگرام ہی تھا۔ لیکن سوشلسٹ انقلابی کیا کر سکتے

تھے۔ ان کا دارومدار صرف کسانوں پر تھا۔ شہروں میں وہ کمزور تھے جہاں سے دشمن کو زیادہ تر اپنی قوت ملتی تھی۔وہ نئ قوت کہاں تھی جو شہر یا دیہات میں کہیں رکنے کا نام نہ لے، جو زار اور زمینداروں سے لڑنے کے لیے دلیری سے آگے بڑھے، کسانوں کو غلامی سے، زمین کی بھوک سے، ظلم اور جنگ سے نجات دلائے؟ کیا روس میں کوئی ایسی قوت تھی؟ ہاں ایسی قوت موجود تھی۔ وہ روس کا مزدور طبقہ تھا جس نے 1905ء میں ہی اپنی طاقت کا آخر تک لڑتے رہنے کی صلاحیت کا، دلیری اور اپنے انقلابی جوش وخروش کا ثبوت دیا تھا۔ بہر حال، ایسی کوئی اور قوت نہیں تھی اور نہ ہو سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسانوں نے کادیت پارٹی سے منہ موڑا اور سوشلسٹ انقلابیوں کا ساتھ دیا تو وہ اس کے ساتھ ساتھ روس کے مزدور طبقے جیسے بہادر انقلابی رہنما کی رہنمائی قبول کرنے کی ضرورت بھی محسوس کرنے لگے۔ یہ وہ حالات تھے جن میں روس کے سرمایہ دار انقلاب کی ممتاز خصوصیات پیدا ہوئیں۔

3۔ مزدور انقلاب میں کسانوں کی حیثیت: یہ دور 1917ء کے فروری انقلاب سے 1917ء کے اکتوبر انقلاب تک پھیلا ہوا ہے۔ مقابلتاً یہ دور بہت مختصر ہے! کل آٹھ مہینے! لیکن بلاخوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ عوام کی سیاسی تعلیم اور انقلابی اہمیت کے اعتبار سے یہ آٹھ مہینے معمولی دستوری نشوونما کے بیسویوں سالوں کے برابر تھے کیونکہ یہ انقلاب کے آٹھ مہینے تھے۔ اس دور کی ممتاز خصوصیت انقلاب کے راستے پر کسانوں کا آگے بڑھنا ہے۔ سوشلسٹ انقلابیوں سے ان کی امیدیں ٹوٹ گئیں۔ وہ سوشلسٹ انقلابیوں کے اثر سے نکل آئے۔ انہوں نے ایک نیا راستہ لیا اور براہِ راست مزدور طبقے کے پرچم تلے جمع ہونے لگے کیونکہ وہی ایک ایسی ثابت قدم انقلابی قوت تھی جو ملک کے لیے امن حاصل کر سکتی تھی۔ اس دور کی تاریخ کسانوں کی خاطر، کسانوں کی اکثریت کو اپنے ساتھ لینے کی خاطر، سوشلسٹ انقلابیوں کی ٹٹ پونجیہ جمہوریت اور بالشویکوں کی

مزدور جمہوریت کی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ اس جدوجہد کا فیصلہ مشترکہ وزارت کے دور میں، کیرنسکی حکومت کے دور میں ہوا۔ اس دور میں سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں نے اراضی ضبط کرنے سے انکار کر دیا، سوشلسٹ انقلابی اور منشویک جنگ کو جاری رکھنے کے حق میں جدوجہد کرنے لگے، ماہِ جون کی فوجی مہم ہوئی، سپاہیوں کے لیے سزائے موت کا قانون بنا، جنرل کورنیلف نے بغاوت کی۔

پچھلے دور میں انقلاب کا بنیادی مسئلہ زار اور زمینداروں کے اقتدار کا خاتمہ کرنا تھا۔ اب فروری انقلاب کے بعد کے دور میں جبکہ زار کا وجود ختم ہو چکا تھا اور نہ ختم ہونے والی جنگ نے ملک کے معاشی وسائل کا چشمہ خشک کر دیا تھا اور کسانوں کو بالکل تباہ کر دیا تھا، جنگ کو ختم کرنے کا مسئلہ، انقلاب کا اہم ترین مسئلہ بن گیا۔ مرکزِ ثقل خالص ملکی مسائل سے ہٹ کر اہم ترین مسئلے یعنی جنگ کے مسئلے پر آ چکا تھا۔ جنگ کی ماری سرزمین کے گوشے گوشے سے اور خصوصا کسانوں میں ہر طرف یہی آواز بلند ہو رہی تھی: "جنگ ختم کرو"، "ہمیں جنگ سے نجات ملے"۔

لیکن جنگ سے نجات پانے کے لیے عارضی حکومت کا خاتمہ کرنا ضروری تھا، سرمایہ داروں کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ضروری تھا، سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے اقتدار کو مٹانا ضروری تھا۔ کیونکہ یہی اور صرف یہی لوگ جنگ کو "کامیاب انجام" تک کھینچے لیے جا رہے تھے۔ سرمایہ داروں کو شکست دیے بغیر جنگ سے نجات پانے کی کوئی عملی صورت نہیں تھی۔

یہ ایک نیا انقلاب تھا، مزدور انقلاب تھا؛ کیونکہ اس نے سامراجی سرمایہ داروں کی آخری اور نہایت انتہا پسند جماعت کا، سوشلسٹ انقلابی پارٹی اور منشویکوں کا، اقتدار ختم کیا اور ایک نیا مزدور اقتدار، سوویتوں کا اقتدار، قائم کیا، اور مزدور طبقے کی پارٹی کو، بالشویک پارٹی کو، اقتدار کا حامل بنا دیا کہ یہی پارٹی سامراجی جنگ کے خلاف اور جمہوری امن کے حق میں جدوجہد کرنے والی

پارٹی تھی۔ امن حاصل کرنے اور سوویتوں کا اقتدار قائم کرنے کی جدوجہد میں کسانوں کی اکثریت نے مزدوروں کا ساتھ دیا۔

کسانوں کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ نہ ہی کوئی دوسرا راستہ ہو سکتا تھا۔ غرض یہ کہ کیرنسکی کے دورِ حکومت میں عام کسانوں کو بڑا عبرتناک سبق مل گیا۔ یہ صاف صاف ثابت ہو گیا کہ سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کے اقتدار میں ملک کو جنگ سے نجات نہیں مل سکتی اور نہ کسانوں کو زمین یا آزادی حاصل ہو سکتی تھی۔ منشویک اور سوشلسٹ انقلابی، کادیت پارٹی والوں سے صرف اس بات میں مختلف تھے کہ ان کے بول میٹھے تھے اور وہ جھوٹے وعدے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ یہ بھی اسی سامراجی پالیسی پر، کادیت پارٹی کی پالیسی پر، عمل کرتے تھے۔ اگر کوئی طاقت ملک کو سیدھے رستے پر لگا سکتی تھی تو وہ سوویتوں کی طاقت تھی۔ جنگ نے جب اور طول کھینچا تو اس بات کی اور تصدیق ہو گئی، انقلاب کی رفتار تیز ہو گئی، اور کروڑوں کسان اور سپاہی براہِ راست مزدور انقلاب کے زیرِ سایہ جمع ہونے لگے۔ سوشلسٹ انقلابیوں اور منشویکوں کی سیاسی تنہائی ایک ناقابلِ تردید حقیقت بن گئی۔ مشترک حکومت کے دور کے عبرتناک تجربوں کے بغیر مزدور طبقے کی آمریت ممکن نہیں ہوتی۔

یہ ہیں وہ حالات جن سے سرمایہ دار انقلاب کو مزدور انقلاب میں تبدیل ہونے میں مدد ملی۔ اور اس طرح روس میں مزدور آمریت کی تشکیل ہوئی۔

4۔ سوویت اقتدار کے استحکام کے بعد کسانوں کی حیثیت: انقلاب کے پہلے دور میں اصل مقصد زاریت کا خاتمہ کرنا تھا۔ اور فروری انقلاب کے بعد اصل مقصد سرمایہ دارون کا خاتمہ کر کے جنگ سے نجات پانا تھا۔ اب خانہ جنگی کے ختم ہونے اور سوویت اقتدار کے استحکام کے بعد معاشی تعمیر کے مسائل سامنے آئے۔ سوشلسٹ معیشت کی بنیاد ڈالنے کے لیے لینن نے معاشی تعمیر کے

فوری کام کا نقشہ پیش کیا: صنعت کو جو قومی ملکیت بن چکی ہے، تقویت پہنچاؤ اور ترقی دو۔ اور اس غرض سے تجارت کا سرکاری انتظام کر کے اس کے ذریعے صنعت اور زراعت میں تعلق قائم کرو، فاضل پیداوار پر قبضہ کرنے کے طریقے کو ترک کے جنس کی شکل میں محصول لینے کا اصول جاری کرو تاکہ آگے چل کر اس محصول کو بتدریج کم کر کے، اسے کسان کے کھیت کی پیداوار اور صنعتی پیداوار کے تبادلے کی شکل دے دو۔ تجارت کو فروغ دو اور کسانوں کے کثیر عوام کو شامل کر کے انجمنِ امدادِ باہمی کو ترقی دو۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کام روس جیسے کاشتکار ملک کے بس کی بات نہیں ہے۔ شکی لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ صرف خیالی پلاؤ ہے اور اسے عملی جامعہ پہنانا ممکن نہیں ہے کیونکہ کسان بہر حال کسان ہیں۔ وہ مختصر پیمانے پر اشیاء پیدا کرتے ہیں اس لیے سوشلسٹ پیداوار کی بنیاد قائم کرنے میں کسی کام نہ آسکیں گے۔

لیکن شک کرنے والے غلطی پر ہیں یونکہ انہوں نے بعض ایسے حالات پر نظر نہیں ڈالی ہے جو موجودہ صورت میں فیصلہ کن اہمیت رکھتے ہیں۔ ہم ان میں سب سے اہم حالات پر غور کریں گے۔

<u>اول۔</u> سوویت یونین کے کسانوں کو غلطی سے مغربی ملکوں کا کسان نہیں سمجھ لینا چاہیے۔ ان کسانوں کی تربیت تین انقلابوں میں ہوئی ہے۔ انہوں نے مزدور طبقے کے دوش بدوش اور مزدور طبقے کی رہنمائی میں زار اور سرمایہ داروں کے اقتدار کے خلاف جنگ کی ہے۔ ان کسانوں نے مزدور انقلاب کے ہاتھوں زمین اور امن پایا ہے اور اس وجہ سے وہ مزدور طبقے کے معاون بن گئے ہیں۔ یہ کسان مغربی ملکوں کے کسانوں سے مختلف نہ ہوں گے تو کیا ہوں گے جنھوں نے سرمایہ دار انقلاب میں آزاد خیال سرمایہ داروں کی رہنمائی میں جنگ کی تھی، جنہیں سرمایہ داروں کے ہاتھوں زمین ملی تھی، اور جو اس وجہ سے سرمایہ داروں کے معاون بن گئے ہیں؟ یہ ثابت کرنے کی

ضرورت نہیں کہ سوویت کسان، مزدور طبقے کے ساتھ اپنی سیاسی دوستی اور سیاسی تعاون کی قدر کرنے لگے ہیں کہ اسی دوستی اور تعاون کی بدولت انہیں آزادی ملی ہے۔ اس لیے وہ مزدور طبقے کے ساتھ معاشی تعاون کے لیے بے حد موزوں ہیں۔

اینگلز نے کہا ہے کہ "سیاسی اقتدار پر سوشلسٹ پارٹی کا قبضہ کرنا مستقبل قریب کا سوال بن گیا ہے" اور یہ کہ "اقتدار حاصل کرنے کے لیے پارٹی کو شہر سے دیہات جانا چاہیے اور گاؤں میں خود کو مستحکم کرنا چاہیے"۔ (اینگلز: کسانوں کا سوال)۔ یہ بات اس نے پچھلی صدی کی نویں دہائی میں مغربی ملکوں کے کسانوں کو سامنے رکھ کر کہی تھی۔ کیا یہ ثابت کرنے کی ضرورت ہے کہ روسی کمیونسٹوں نے اس سلسلے میں تین انقلابوں کے دوران بہت بڑا کام انجام دے لیا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں انہوں نے اپنا اس قدر اثر قائم کر لیا ہے اور اتنی حمایت حاصل کر لی ہے جس کا ہمارے مغرب کے ساتھی خواب تک نہیں دیکھ سکتے۔ کیا اس کا انکار ہو سکتا ہے کہ ان حالات میں روس میں مزدور طبقہ اور کسانوں کے معاشی تعاون کا انتظام کرنے میں یقینی سہولت پیدا ہو جائے گی؟

شک کرنے والے کہتے ہیں کہ چھوٹے کسان ایک ایسا عنصر ہیں جو سوشلسٹ تعمیر کے ساتھ میل نہیں کھاتا ہے۔

لیکن ذرا سنیے کہ مغربی ملکوں کے چھوٹے کسانوں کی بابت اینگلز کیا کہتا ہے: "اور بے شک ہم قطعی طور پر چھوٹے کسانوں کے ساتھ ہیں۔ ہم ان کی حالت کو زیادہ قابلِ برداشت بنانے کے لیے اور اگر وہ انجمنِ امدادِ باہمی میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں تو اس میں سہولت پیدا کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگر ابھی تک وہ یہ فیصلہ نہیں کر پایا تو ہم اسے کافی وقت دیں گے کہ وہ اپنی زمین پر بیٹھا اس پر غور کرے۔ ہمارے ایسا کرنے کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ ہم یہ ممکن سمجھتے ہیں کہ چھوٹے کسان جو آپ اپنا کام کرتے ہیں ہماری طرف آ جائیں گے بلکہ پارٹی کے حق

میں بھی یہی مفید ہے۔ ہم جتنے زیادہ کسانوں کو برباد ہو کر مزدور بننے سے بچائیں گے اوران کو کسان رہتے ہوئے اپنے ساتھ لے آئیں گے، اسی قدر تیزی اورآسانی سے سماجی تبدیلی عمل میں آئے گی۔ ہمارافائدہ اس میں ہر گز نہیں ہے کہ اس تبدیلی کے انتظار میں بیٹھے رہیں کہ سرمایہ دار پیداوار ترقی کر کے ہر جگہ اپنے آخری انجام تک پہنچ جائے اورآخری معمولی دستکار اورآخری چھوٹے کسان بھی بڑے پیمانے کی سرمایہ دار پیداوار کا شکار بن جائیں۔ اس سلسلے میں کسانوں کے لیے سرکاری خزانے سے جو مالی قربانیاں کی جائیں گی وہ سرمایہ دار معیشت کی نظر میں روپیہ پانی میں پھینکنے کے برابر ہوں گی مگر حقیقت میں وہ سرمائے کا ایک اچھا استعمال ہیں کیونکہ سماج کی نئ تنظیم کے اخراجات میں اس سے کئ وجہ سے شاید دس گنی زیادہ رقم کی بچت ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس مفہوم میں ہم کسانوں کے ساتھ بڑی فراخدلی سے پیش آسکتے ہیں۔" (ایضا۔)

اینگلز نے یہ باتیں مغربی ملکوں کے کسانوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کہی تھیں لیکن کیا یہ ظاہر نہیں ہے کہ اینگلز نے جو باتیں کہی ہیں وہ اس سرزمین کے سوا جہاں مزدور طبقے کی آمریت ہے اور کہیں اتنی آسانی سے اوراتنے مکمل طریقے سے عمل میں نہیں لائی جاسکتیں؟ کیا یہ ظاہر نہیں ہے کہ صرف سوویت روس میں ہی آج یہ پوری طرح ممکن ہے کہ "چھوٹے کسان جو اپنا کام کرتے ہیں وہ ہماری طرف آجائیں"، کہ یہیں اس کے لیے ضروری "مالی قربانیاں" دی جاسکتی ہیں اور یہیں "کسانوں کے ساتھ بڑی فراخ دلی" کا اظہار ہو سکتا ہے؟ کیا یہ ظاہر نہیں ہے کہ کسانوں کے فائدے کے لیے روس میں یہ اوراسی قسم کی تدبیریں اختیار کی جارہی ہیں؟ کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ ان حالات میں سرزمینِ سوویت میں معاشی تعمیر کے کام میں ضرور سہولت پیدا ہو گی اور وہ ضرور آگے بڑھے گا؟

دوم۔ روس کی زراعت کو غلطی سے یورپ کی زراعت نہیں سمجھ لینا چاہیے جہاں زراعت کی نشو و نما سرمایہ داری کی عام بنیادوں پر ہو رہی ہے۔ ایسے حالات میں ہو رہی ہے جبکہ کسانوں میں شدید فرق پیدا ہو چکا ہے۔ ایک طرف بڑی بڑی تعلقہ داریاں اور ذاتی سرمایہ دار زمینداریاں ہیں اور دوسری طرف افلاس، محتاجی اور اجرتی غلامی ہے۔ اس لیے انتشار اور انحطاط وہاں کے لیے بالکل قدرتی ہے۔ روس میں یہ بات نہیں ہے۔ یہاں زراعت کی نشو و نما اس راہ پر نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کی اگر کوئی اور وجہ نہ ہو تو کم سے کم یہ ضرور ہے کہ یہاں سوویت اقتدار کے ہوتے ہوئے اہم آلات اور زرائع پیداوار کے قومی ملکیت بن جانے کے بعد ایسی نشو و نما ہونا ممکن نہیں ہے۔ روس میں زراعت کو ایک مختلف راستہ اختیار کرنا ہوگا جس میں کروڑوں چھوٹے اور درمیانی کسانوں کو انجمنِ امدادِ باہمی میں منظم کیا جائے گا۔ دیہاتی علاقے میں ریاست کی مدد سے آسان شرائط پر قرضے حاصل کر کے انجمنِ امدادِ باہمی کو ترقی دی جائے گی۔ لینن نے امدادِ باہمی پر اپنے مضامین میں ٹھیک کہا تھا کہ ہمارے ملک میں زراعت کی نشو و نما کو ایک نئی راہ لینی ہوگی، انجمنِ امدادِ باہمی کے زریعے کسانوں کی اکثریت کو سوشلسٹ تعمیر میں شامل کرنا ہوگا، زراعت میں بتدریج اجتماعیت کے اصولوں کو پہلے خرید و فروخت کے شعبے میں اور پھر زراعتی مال کی پیداوار کے شعبے میں رواج دینا ہوگا۔

دیہاتی علاقے میں انجمنِ امدادِ باہمی کے کام کے سلسلے میں کئی باتیں دیکھنے میں آئی ہیں جو اس اعتبار سے نہایت دلچسپ ہیں۔ یہ معلوم ہے کہ سلسکو سیوز[7] زراعت کے مختلف شعبوں جیسے سن، آلو، مکھن وغیرہ میں نئے اور وسیع ادارے قائم ہو گئے ہیں اور ان کو مستقبل میں ترقی دینے کا بہت

---

[7] دیہی انجمنِ امدادِ باہمی (کوآپریٹو) کی مرکزی تنظیم کا نام ہے۔ انگریزی ایڈیشن کا مدیر

موقع موجود ہے۔ مثال کے طور پر سن کے مرکز[8] میں کسانوں کی سن پیدا کرنے والی تمام انجمنوں کو متحد کر لیا گیا ہے۔ سن کا مرکز کسانوں کو بیج اور کاشتکاری کے آلات مہیا کرتا ہے۔ پھر وہ ان کسانوں کے پیدا کیے ہوئے سن خرید لیتا ہے۔ بازار میں انہیں بڑے پیمانے پر فروخت کرتا ہے، کسانوں کو منافعے میں شریک کرتا ہے اوراس طرح سلسکو سیوز کے زریعے کسانوں کی کھیتی کا ریاست کی صنعت سے تعلق قائم کرتا ہے۔

پیداوار کے اس نظام کو ہم کیا کہیں گے؟ میری رائے میں زراعت کے شعبے میں یہ بڑے پیمانے کی ریاستی اشتراکی پیداوار کا گھریلو (مقامی) نظام ہے۔ بڑے پیمانے کی ریاستی اشتراکی پیداوار کے گھریلو نظام کا زکر کرنے میں، میں سرمایہ داروں کے گھریلو نظام سے ایک مثال دینا چاہتا ہوں۔ کپڑے کی صنعت کے لیے لیں۔ دستکاروں کو کچا مال اورآلاتِ پیداوار سرمایہ دار مہیا کرتا ہے۔ دستکار اپنی محنت کی ساری پیداوار اس کے حوالے کر دیتے ہیں اوراس طرح ان کی حیثیت نیم مزدور کی ہوتی ہے جو اپنے گھر بیٹھ کر کام کرتا ہے۔ ہماری زراعت کی نشوونما جس راہ پر ہو رہی ہے اس کی بہترین مثالوں میں سے ایک ہم نے یہاں پر پیش کی ہے۔ زراعت کے دوسرے شعبوں سے میں کوئی مثال نہیں دوں گا۔

یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ کسانوں کی بے شمار اکثریت بڑے شوق سے ترقی کے اس راستے کو اختیار کرے گی اور ذاتی سرمایہ دارزمینداروں اوراجرتی غلامی کے راستہ، افلاس اور تباہی کا راستہ ترک کر دے گی۔

ہماری زراعت کی نشوونما کے بارے میں لینن کہتا ہے: "بڑے پیمانے کے زرائع پیداوار پر ریاست کا قبضہ، ریاستی اقتدار پر مزدور طبقے کا قبضہ، کروڑوں چھوٹے اور بہت چھوٹے کسانوں سے

---

[8] سن کی پیداوار اور خرید و فروخت کی مرکزی انجمنِ امدادِ باہمی۔ انگریزی ایڈیشن کا مدیر

اس مزدور طبقے کا اتحاد، کسانوں پر مزدور طبقے کی قیادت وغیرہ۔ کیا یہ چیزیں انجمنِ امدادِ باہمی کے زریعے (جس کو ہم نے کرائے کے ٹٹو سے زیادہ وقعت نہیں دی تھی اور جس کو ایک اعتبار سے اب بھی نیپ [9] (نئی اقتصادی پالیسی)[20] کے تحت ایسا سمجھنے میں ہم حق بجانب ہیں، کیا یہی ایک مکمل سوشلسٹ سماج کی تعمیر کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟ کیا یہی وہ تمام چیزیں نہیں ہیں جن کی ایک مکمل سوشلسٹ سماج کی تعمیر کے لیے ضرورت تھی؟ یہ ہنوز سوشلسٹ سماج کی تعمیر نہیں ہے لیکن یہی وہ سب چیزیں ہیں جو اس کی تعمیر کے لیے ضروری اور کافی ہیں۔" (لینن۔ منتخبات، نویں جلد۔ صفحہ 403۔)

آگے چل کر انجمنِ امدادِ باہمی کو مالی اور دوسری امداد دینے کی ضرورت کا ذکر کرتے ہوئے لینن نے کہا کہ "یہ آبادی کی تنظیم کا ایک نیا اصول" ہیں اور مزدور طبقے کی آمریت کے تحت ایک نیا "سماجی نظام" ہیں۔ وہ کہتا ہے: "ہر سماجی نظام ایک خاص طبقے کی مالی امداد سے قائم ہوتا ہے۔ 'آزاد' سرمایہ داری کی پیدائش پر جتنے کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت ہمیں اس بات کا احساس کرنا چاہیے اور اسے عمل میں لانا چاہیے کہ جس سماجی نظام کی ہمیں اس وقت معمول سے زیادہ امداد کرنی ہے وہ امدادِ باہمی کا نظام ہے۔ لیکن اس کی امداد حقیقی معنوں میں ہونی چاہیے۔ یعنی مدد کا مطلب ہر قسم کی امدادِ باہمی کی تجارت کرنا نہیں ہے بلکہ اس امدادِ باہمی کی مدد کرنا ہے جس میں آبادی کی واقعی کثیر عوام واقعی حصہ لے رہے ہوں"۔ (ایضاً۔ صفحہ 404۔)

ان باتوں سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ شک کرنے والے غلطی پر ہیں۔ یہ کہ لینن ازم محنت کش کسانوں کے عوام کو مزدور طبقے کا معاون سمجھنے میں حق بجانب ہے۔ یہ کہ ذی اقتدار مزدور طبقہ

---

[9] نئی اقتصادی پالیسی کا مخفف ہے۔ مترجم

اس معاون سے کام لے کر صنعت اور زراعت میں تعلق قائم کر سکتا ہے، سوشلسٹ تعمیر کو آگے بڑھا سکتا ہے اور مزدور طبقے کی آمریت کے لیے وہ ضروری بنیاد فراہم کر سکتا ہے جس کے بغیر سوشلسٹ معیشت کے دور میں داخل ہونا ناممکن ہے۔

6۔ قومی مسئلہ

اس موضوع پر میں دو اہم سوالات سے بحث کروں گا: (الف) مسئلے کی صورت۔(ب) مظلوم قوموں کی تحریکِ آزادی اور مزدور انقلاب۔

<u>1۔ مسئلے کی صورت:</u> پچھلے بیس سال کے عرصے میں قومی مسئلے میں بڑی اہم تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ دوسری انٹر نیشنل کے دور کا قومی مسئلہ اور لینن ازم کے دور کا قومی مسئلہ دونوں ایک نہیں ہیں۔ دونوں میں ان کی وسعت کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ ان کی بنیادی نوعیت میں ہی بڑا فرق ہے۔

پہلے قومی مسئلہ چند سوالات کے ایک تنگ دائرے میں محدود تھا جن کا تعلق بیشتر "مہذب" قوموں سے تھا۔ دوسری انٹر نیشنل کے سورما جن بے اختیار قوموں کی قسمت میں دلچسپی رکھتے تھے ان کے دائرے صرف آئرش، ہنگرین، پولش، فن اور سرب وغیرہ یورپی قومیں تھیں۔ ان کی نگاہ لاکھوں کروڑوں ایشیائی اور افریقی انسانوں تک نہیں پہنچی تھی جو نہایت وحشیانہ اور بے رحمانہ قسم کے قومی مظالم کا شکار تھے۔ سفید اور سیاہ "متمدن" اور "غیر متمدن" کو ایک ہی سطح پر رکھتے ہوئے انہیں پس و پیش ہوتا تھا۔ دو یا تین بے معنی اور مبہم تجویزیں جن میں بڑے احتیاط کے ساتھ محکوم ملکوں کی آزادی کے سوال سے پہلو بچا لیا گیا تھا، یہی لے دے کے دوسری انٹر نیشنل

کے رہنماؤں کا مایہ افتخار تھا۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ قومی مسئلے کے متعلق اس منافقت اور بے دلی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ لینن ازم اس مہمل اور بے ربط نظریے کو بے نقاب کر چکا ہے۔ سفید اور سیاہ "یورپی اور ایشیائی"، "متمدن اور غیر متمدن" قوموں کے درمیان جو دیوار کھڑی تھی اسے اس نے گرا دیا ہے۔ اور اس طرح قومی مسئلے کو محکوم ملکوں کے مسئلے سے منسلک کر دیا ہے۔ غرض یہ کہ قومی مسئلہ کوئی انفرادی مسئلہ، کسی ریاست کا اندرونی مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک عام بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے، ماتحت اور محکوم ملکوں میں مظلوم قوموں کو سامراجیت کی غلامی سے نجات دلانے کا ایک عالمگیر مسئلہ بن گیا ہے۔

پہلے لوگ قوموں کے اصولِ خود اختیاری کو غلط رنگ میں پیش کرتے تھے اور بعض اوقات اسے قوموں کی اندرونی خود مختاری کے خیال تک محدود کر دیتے تھے۔ حتیٰ کہ دوسری انٹرنیشنل کے بعض رہنماؤں نے تو قومی حقِ خود اختیاری کا مطلب تہذیبی قومی خود مختاری کا حق قرار دیا تھا یعنی یہ کہ مظلوم قوموں کو صرف اپنے تہذیبی ادارے رکھنے کا حق ہو گا مگر سیاسی طاقت جوں کی توں حکمران قوم کے ہاتھوں میں رہے گی۔ چنانچہ، اس بات کا خطرہ پیدا ہو گیا کہ خود اختیاری کا خیال ملک گیری کی مخالفت کا حربہ ہونے کے بجائے کہیں ملک گیری کے جواز کا حربہ نہ بن جائے۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ الجھن دور ہو چکی ہے۔ لینن ازم نے خود اختیاری کے تصور کو وسعت دی ہے اور اس کا مطلب یہ قرار دیا ہے کہ ماتحت اور محکوم ملکوں کی مظلوم قوموں کو مکمل علیحدگی کا حق ہے۔ اب حقِ خود اختیاری کو اندرونی خود مختاری کہہ کر ملک گیری کو جائز کرنے کا کوئی موقع باقی نہیں رہا۔ غرض یہ کہ خود اختیاری کا اصول جو سامراجی جنگ کے زمانے میں سماجی جنگجو وطن پرستوں کے ہاتھ میں عوام الناس کو دھوکہ دینے کا ایک حربہ تھا اب ہر طرح کے سامراجی

حوصلوں اور جنگ جو ریشہ دوانیوں کے بے نقاب کرنے کا حربہ، بین الاقوامیت کی روشنی میں عوام الناس کی سیاسی تعلیم کا حربہ بن گیا ہے۔

پہلے لوگ مظلوم قوموں کے سوال کو ایک خالص قانونی (آئینی) سوال سمجھتے تھے۔ "قومی مساوات" پر چند رسمی اعلانات، "قوموں کی برابری" کی بابت بے شمار بیانات — یہ تھی دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں کی زادِ راہ۔ وہ اس حقیقت سے آنکھ بچا گئے تھے کہ سامراجی حالات میں جبکہ قوموں کا ایک گروہ (اقلیت) قوموں کے دوسرے گروہ کی لوٹ پر زندہ ہے "قوموں کی برابری" کا ذکر کرنا مظلوم قوموں کا مذاق اڑانا ہے۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ قومی مسئلے کے بارے میں اس سرمایہ دار آئینی نقطۂ نگاہ کی قلعی کھل چکی ہے۔ لینن ازم نے قومی مسئلے کو بلند و بانگ اعلانات کی فلک بوس بلندیوں سے اتار کر ٹھوس زمین پر لا کھڑا کیا ہے اور بتایا ہے کہ اگر مزدور پارٹیاں قوموں کی آزادی کی جدوجہد میں براہِ راست مدد نہیں کرتیں تو "قوموں کی برابری" کے اعلانات بے معنی اور جھوٹے ہیں۔ غرض یہ کہ مظلوم قوموں کے سوال اقوامِ عالم کی حقیقی مساوات کے لیے، اپنی آزاد ریاستیں قائم کرنے کے لیے مظلوم قوموں کی سامراجی دشمن جدوجہد میں صحیح معنوں میں اور مسلسل مدد کرنے کا سوال بن گیا ہے۔

پہلے لوگ قومی مسئلے کو اصلاح پسندی کی روشنی میں دیکھا کرتے تھے۔ لوگ اسے ایک ایسا آزاد مسئلہ تصور کرتے تھے جس کا سرمائے کی حکومت سے، سامراجیت کے خاتمے سے، مزدور انقلاب سے، کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے فرض کر لیا تھا کہ محکوم ملکوں کی تحریکِ آزادی سے براہِ راست اتحاد قائم کیے بغیر یورپ کے مزدور طبقے کی فتح ممکن ہے اور یہ کہ محکوم ملکوں کے قومی مسئلے کو خاموشی سے، مزدور انقلاب کے راستے سے ہٹ کر، سامراجیت کے خلاف انقلابی جدوجہد کے بغیر "اس کی اپنی بنیاد پر" حل کیا جا سکتا ہے۔ آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس انقلاب دشمن نقطۂ نگاہ کی

قلعی کھل چکی ہے۔ لینن ازم نے ثابت کر دیا ہے اور سامراجی جنگ اور انقلابِ روس سے اس کی تصدیق ہو چکی ہے کہ قومی مسئلے کو صرف مزدور انقلاب کے سلسلے میں، اور اسی کی بنیاد پر حل کیا جا سکتا ہے اور یہ کہ مغرب میں انقلاب کی فتح کا راستہ ماتحت اور محکوم ملکوں کی سامراج دشمن تحریکِ آزادی کے ساتھ انقلابی اتحاد قائم کرنے کا راستہ ہے۔ قومی مسئلہ مزدور انقلاب کے عام مسئلے کا ایک جزو ہے، مزدور طبقے کی آمریت کے مسئلے کا ایک جزو ہے۔

قومی سوال اس صورت میں سامنے آتا ہے: مظلوم ملکوں کی انقلابی تحریکِ آزادی کے اندر جو انقلابی امکانات مخفی تھے وہ ختم ہو چکے ہیں یا نہیں۔ اور اگر نہیں تو کیا کوئی امید ہے، یہ توقع کرنے کی کوئی بنیاد ہے کہ ان امکانات سے مزدور انقلاب کے حق میں کام لیا جا سکے؟ ماتحت اور محکوم ملکوں کو سامراجی سرمایہ داروں کا معاون رہنے دینے کے بجائے انقلابی مزدور طبقے کا معاون، اس کا ساتھی بنا لیا جائے؟

لینن ازم اس سوال کا جواب اثبات میں دیتا ہے یعنی وہ تسلیم کرتا ہے کہ مظلوم ملکوں کی قومی تحریکِ آزادی میں انقلابی صلاحیتیں موجود ہیں اور مشترکہ دشمن کا خاتمہ کرنے کی غرض سے، سامراجیت کا خاتمہ کرنے کی غرض سے، ان سے کام لیا جا سکتا ہے۔ سامراجی ارتقاء کے عمل نے، سامراجی جنگ اور انقلابِ روس نے لینن کے ان نتیجوں کی پوری تصدیق کر دی ہے۔

اس لیے مزدور طبقے کے لیے ضروری ہے کہ ثابت قدمی کے ساتھ اور عملی طور پر مظلوم اور محکوم قوموں کی قومی تحریکِ آزادی کی حمایت کرے۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مزدور طبقے کو ہر قومی تحریک کی، ہر مقام پر اور ہر وقت، اور ہر مخصوص صورت میں حمایت کرنی ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مزدور طبقت کو ایسی قومی تحریکوں کی حمایت کرنا چاہیے جن کا مقصد سامراج کو کمزور کرنا، اس کو تہہ و بالا کرنا، اس کا خاتمہ

کرنا ہے، اس کو قوت پہنچانا یا محفوظ رکھنا نہیں ہے۔ ایسی صورتیں بھی پیدا ہوتی ہیں جب بعض مظلوم ملکوں میں قومی تحریک اور مزدور تحریک کے ارتقاء کے مفاد میں تصادم ہونے لگتا ہے۔ ایسی صورت میں بے شک قومی تحریک کی حمایت خارج از بحث ہے۔ قوموں کے حقوق کا سوال کوئی علیحدہ، بذاتِ خود کافی سوال نہیں ہے۔ یہ مزدور انقلاب کے مسئلے کا جزو ہے جو کل کے تابع ہے اور اسے کل کی روشنی میں ہی دیکھنا چاہیے۔ پچھلی صدی کی چوتھی دہائی میں مارکس نے پولینڈ اور ہنگری کی قومی تحریکوں کی حمایت اور چیک اور جنوبی سلاف قوموں کی قومی تحریک کی مخالفت کی تھی۔ کیوں؟ اس لیے کہ چیک اور جنوبی سلاف قومیں اس وقت "رجعت پرست" قومیں تھیں، وہ یورپ میں "روس کی بیرونی چوکیاں" تھیں، مطلق العنان بادشاہی کی چوکیاں تھیں۔ اس کے برعکس پولش اور ہنگرین "انقلابی قومیں" تھیں، وہ مطلق العنان بادشاہی کے خلاف جنگ میں مصروف تھیں۔ اس وقت چیک اور سلاف قوموں کی حمایت کرنا بالواسطہ زاریت کی مدد کرنے کے برابر تھا جو یورپ میں انقلابی تحریکوں کی بڑی خطرناک دشمن تھی۔

لینن کہتا ہے: "جمہوریت کے مختلف مطالبات، جن میں حقِ خود اختیاری بھی شامل ہے، کوئی آزاد حیثیت نہیں رکھتے بلکہ عام جمہوری (اور اب سوشلسٹ) عالمگیر تحریک کا ایک معمولی جزو ہیں۔ مخصوص انفرادی صورتوں میں جزو اپنے کل کے مخالف ہو سکتا ہے۔ اگر ایسا ہو تو اسے مسترد کر دینا چاہیے۔ (لینن۔ تصانیف۔ روسی ایڈیشن۔ انیسویں جلد۔ صفحات 58-257۔)

بعض قسم کی قومی تحریکوں اور ان تحریکوں کے ممکنہ رجعت پسند کردار کے سوال کے بارے میں صورتِ حال یہی ہے، بشرطیکہ ان پر رسمی نقطۂ نظر سے نہیں، خیالی حقوق کی روشنی میں نہیں، بلکہ ٹھوس طریقے سے، انقلابی تحریک کے مفاد کی روشنی میں نگاہ ڈالی جائے۔

قومی تحریکوں کے انقلابی کردار کے بارے میں بھی یہی بات کہنی ہو گی۔ قومی تحریکوں کی بہت بڑی اکثریت کا صریحاً انقلابی کردار بھی اسی قدر اعتباری اور مخصوص چیز ہے جتنا بعض قومی تحریکوں کا ممکنہ رجعت پسند کردار۔ سامراجی مظالم کے حالات میں، کسی قومی تحریک کے انقلابی کردار کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس تحریک میں مزدور عناصر موجود ہوں، تحریک کا کوئی انقلابی یا جمہوری پروگرام ہو، یا تحریک کی کوئی جمہوری بنیاد ہو۔ افغانستان کی آزادی کے لیے امیرِ افغانستان کی جدوجہد خارجی اعتبار سے انقلابی جدوجہد ہے باوجود اس کے کہ امیر اور اس کے ساتھیوں کے خیالات ملوکیت کے حق میں ہیں، کیونکہ اس سے سامراجیت کمزور ہوتی ہے، اس میں انتشار پیدا ہوتا ہے، اس کی جڑیں کھوکھلی ہونے لگتی ہیں۔ اس کے برخلاف سامراجی جنگ کے دنوں میں، کیرنسکی، زرتیلی، رینا ڈیل اور شیدمان، چیرنوف اور ڈان، ہنڈرسن اور کلائنس جیسے "بے باک" جمہوریت پسندوں، "سوشلسٹوں"، "انقلابیوں" اور "ریپبلک پسندوں" نے جو جدوجہد شروع کی تھی وہ رجعت پسند جدوجہد تھی کیونکہ اس نے سامراجیت کی پردہ پوشی کی، اس کو تقویت پہنچائی اور اس کی بدولت سامراجیت کی فتح ہوئی۔ انہیں اسباب کی بنا پر مصر کے تاجر اور سرمایہ پرست اہلِ علم مصر کی آزادی کے لیے جو جدوجہد کر رہے ہیں وہ خارجی اعتبار سے انقلابی جدوجہد ہے، باوجود اس کے کہ مصر کی قومی تحریک کی ابتداء سرمایہ داروں نے کی ہے، اس کے رہنما سرمایہ دار ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ سوشلزم کے مخالف ہیں۔ اس کے برخلاف، برطانوی مزدور حکومت مصر کی غلامی قائم رکھنے کے لیے جو جدوجہد کر رہی ہے وہ انہی اسباب کی بنا پر رجعت پسند جدوجہد ہے باوجود اس کے کہ جدوجہد کی ابتداء چند مزدوروں نے کی ہے اور اس حکومت کے اراکین مزدور ہیں اور باوجود اس کے کہ وہ سوشلزم کے "حق میں" ہیں۔ میں ہندوستان اور چین جیسے دوسرے بڑے بڑے محکوم اور ماتحت ملکوں کی قومی تحریک کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا

جس کا آزادی کی طرف ہر قدم سامراجیت پر آہنی ضرب لگاتا ہے اور بلاشک ایک انقلابی قدم ہے خواہ اس کے مطالبات رسمی جمہوریت کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ لینن نے بالکل درست کہا تھا کہ مظلوم ملکوں کی قومی تحریک کا اندازہ رسمی جمہوریت کی روشنی میں نہیں بلکہ ان واقعی نتیجوں کی روشنی میں کرنا چاہیے جو سامراج دشمن جدوجہد کے عام نتیجوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی انہیں "علیحدہ کرکے نہیں۔۔۔ بلکہ عالم گیر پیمانے پر" دیکھنا چاہیے۔ (لینن۔ تصانیف۔ روسی ایڈیشن۔ انیسویں جلد۔ صفحہ 257)۔

2۔ <u>مظلوم قوموں کی تحریکِ آزادی اور مزدور انقلاب</u>۔ قومی مسئلے کو حل کرنے میں لینن ازم مندرجہ ذیل دعووں کی بنیاد پر آگے بڑھتا ہے:

<u>ا</u>۔ دنیا دو حصوں میں تقسیم ہو چکی ہے۔ ایک صف میں مٹھی بھر متمدن قومیں ہیں جن کے پاس مالیاتی سرمایہ ہے اور جو دنیا کی آبادی کی بہت بڑی اکثریت کو لوٹتی ہیں۔ دوسری صف میں محکوم اور ماتحت ملکوں کی مظلوم اور لوٹی جانے والی قومیں ہیں۔ اکثریت انہی قوموں کی ہے۔

<u>2</u>۔ محکوم اور ماتحت ممالک، جن پر مالیاتی سرمایہ ظلم کرتا ہے اور انہیں لوٹتا ہے، وہ سامراجیت کا بہت بڑا سہارا اور اس کی طاقت کا بڑا اہم سرچشمہ ہیں۔

<u>3</u>۔ محکوم اور ماتحت ملکوں میں مظلوم قوموں کی سامراج دشمن انقلابی جدوجہد ہی ایک ایسی راہ ہے جس پر چل کر وہ ظلم اور لوٹ سے نجات حاصل کر سکتی ہیں۔

<u>4</u>۔ اہم ترین محکوم اور ماتحت ملکوں نے قومی تحریکِ آزادی کی راہ اختیار کر لی ہے جس کی بدولت عالمگیر سرمایہ داری کا بحران میں مبتلا ہونا لازمی ہے۔

5۔ ترقی یافتہ ملکوں کی مزدور تحریک اور محکوم ملکوں کی قومی تحریکِ آزادی کے مفاد کا تقاضا ہے کہ انقلابی تحریک کی یہ دونوں شکلیں مشترکہ دشمن کے خلاف یعنی سامراجیت کے خلاف متحد ہو جائیں۔

6۔ کوئی متحدہ انقلابی محاذ قائم اور مستحکم کیے بغیر ترقی یافتہ ملکوں میں مزدور طبقے کی فتح اور سامراجیت کے پنجے سے مظلوم قوموں کی نجات دونوں ہی ناممکن ہیں۔

7۔ اس متحدہ انقلابی محاذ کا قائم ہونا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ظالم قوم کا مزدور طبقہ "اپنے ملک" کی سامراجیت کے خلاف مظلوم ملکوں کی تحریکِ آزادی کی براہِ راست اور مستقل حمایت نہ کرے کیونکہ "جو قوم دوسروں پر ظلم کرتی ہے وہ خود کبھی بھی آزاد نہیں ہو سکتی"۔(مارکس)۔

8۔ اس حمایت کا مطلب ہے کہ قوموں کے حقِ علیحدگی کی، آزاد ریاست قائم کرنے کے حق کی، حمایت اور حفاظت کی جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔

9۔ اس نعرے کو عمل میں نہیں لایا گیا تو ایک عالمگیر معاشی نظام میں قوموں کا اتحاد اور تعاون جو سوشلزم کی فتح کی مادی بنیاد ہے، حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

10۔ یہ اتحاد قوموں کی رضا و رغبت، باہمی اعتماد اور برادرانہ تعلقات کی بنیاد پر ہی قائم کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ قومی مسئلے کے دو پہلو، دو رجحانات ہیں: ایک طرف سامراجیت کی بندشوں سے سیاسی آزادی حاصل کرنے اور ایک آزاد قومی ریاست قائم کرنے کا رجحان ہے۔ یہ رجحان محکوم ملکوں پر سامراجی مظالم اور لوٹ کا نتیجہ ہے۔ دوسری طرف اقوامِ عالم میں باہمی معاشی تعاون کا رجحان ہے جو ایک عالمگیر بازار اور ایک عالمگیر معاشی نظام کے قائم ہونے کا نتیجہ ہے۔

لینن کہتا ہے: "ترقی پذیر سرمایہ داری کے زمانے میں قومی مسئلے میں دو رجحانات دیکھنے میں آتے ہیں۔ اول۔ قومی زندگی اور قومی تحریک میں بیداری آتی ہے۔ ہر قسم کے قومی مظالم کے خلاف جدوجہد ہونے لگتی ہے۔ قومی ریاستیں وجود میں آتی ہیں۔ دوم۔ قوموں میں کثرت سے تعلقات پیدا ہونے اور بڑھنے لگتے ہیں۔ قومی حدبندیاں ٹوٹنے لگتی ہیں۔ سرمائے میں، بالعموم معاشی زندگی میں، سیاسیات میں، اور سائنس وغیرہ میں بین الاقوامی اتحاد وجود میں آنے لگتا ہے۔ دونوں رجحانات سرمایہ داری کا عالمگیر قانون ہیں۔ پہلا سرمایہ داری کی نشوونما کے ابتدائی دنوں میں اثرانداز ہوتا ہے۔ دوسرا سرمایہ داری کی نشوونما کے مکمل ہونے کی علامت ہے جب وہ سوشلسٹ سماج میں تبدیل ہونے کے لیے آگے بڑھنے لگتی ہے۔" (لینن۔ تصانیف۔ روسی ایڈیشن۔ سترہویں جلد، صفحہ 40-139)۔

سامراجیت کے نزدیک دونوں رجحانات باہم متضاد ہیں۔ ان میں مصالحت ناممکن ہے کیونکہ سامراجیت محکوم ملکوں کی لوٹ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ وہ ان کو بزور اپنے "سالم اور مکمل نظام" کے سانچے میں روکے رکھنے پر مجبور ہے کیونکہ سامراجیت قوموں کو فتوحات اور مقبوضات کے زریعے ہی متحد کر سکتی ہے۔ وہ اس کے سوا کسی اور طریقے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

اس کے برخلاف کمیونزم کے نزدیک یہ دونوں رجحانات ایک ہی نصب العین کے دو پہلو ہیں۔ وہ نصب العین سامراجیت کی غلامی سے مظلوم قوموں کی نجات ہے کیونکہ کمیونزم اس بات سے واقف ہے کہ ایک عالمگیر معاشی نظام میں قومیں باہمی اعتماد، رضامندی اور اتفاقِ رائے کی بنیاد پر ہی متحد ہو سکتی ہیں۔ اور قوموں کے رضاکارانہ اتحاد کی ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ کہ محکوم ملکوں کو اس "سالم" سامراجی "مکمل نظام" سے الگ کر لیا جائے، محکوم ملکوں کو آزاد رریاستوں میں تبدیل کر دیا جائے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ حکمران قوموں (برطانیہ، فرانس، امریکہ، اٹلی،

جاپان وغیرہ) کے "سوشلسٹوں" کی سامراجی وطن پرستی کے خلاف مسلسل اورنہایت سختی اور ثابت قدمی کے ساتھ جدوجہد کی جائے۔ یہ لوگ اپنی سامراجی حکومتوں سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ظلم سے نجات پانے کے لیے، علیحدگی کے لیے "اپنے" محکوم ملکوں کی مظلوم قوموں کی جدوجہد کی حمایت کرنا نہیں چاہتے۔

اس جدوجہد کے بغیر ناممکن ہے کہ حکمراں قوم کے مزدور طبقے کو سچی بین الاقوامیت کی روشنی میں، ماتحت اور محکوم ملکوں کے محنت کش عوام کے ساتھ اتحاد کی بنیاد پر، مزدور انقلاب کے لیے سچی تیاری کی بنیاد پر، تعلیم دی جا سکے۔ اگر روس کے مزدور طبقے کو سابق مملکتِ روس کی مظلوم قوموں کی ہمدردی اور حمایت حاصل نہ ہوتی تو روس میں انقلاب فتح مند نہ ہوا ہوتا اور نہ جنرل کولچاک اور جنرل دنیکن [21] کی سرکوبی کی جا سکتی تھی۔ لیکن ان قوموں کی ہمدردی اور حمایت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے روسی سامراج کی زنجیر کو توڑنا، ان قوموں کو قومی مظالم کی گرفت سے آزاد کرانا ضروری ہوا۔ اس کے بغیر سوویت اقتدار کو مستحکم کرنا، سچی قومیت کی داغ بیل ڈالنا اور قوموں کے تعاون کی وہ غیر معمولی تنظیم قائم کرنا ناممکن ہوتا جسے سوویت سوشلسٹ جمہوریتوں کا اتحاد کہتے ہیں، جو مستقبل کے ایک عالمگیر معاشی نظام میں قوموں کے اتحاد کی زندہ تصویر ہے۔

لہذا، مظلوم ملکوں کے سوشلسٹوں کی قومی تنگ نظری، تنگ خیالی اور علیحدگی کے خلاف جدوجہد کرنا بھی ضروری ہے جو اپنے قومی گول گنبد سے نکلنا نہیں چاہتے اور جو اپنے ملکوں کی تحریکِ آزادی اور حکمران ملکوں کی مزدور تحریک کے تعلق کو نہیں سمجھتے ہیں۔

اس جدوجہد کے بغیر یہ ممکن نہیں ہے کہ مظلوم قوموں کا مزدور طبقہ مشترکہ دشمن کا خاتمہ کرنے کی جنگ میں، سامراجیت کا خاتمہ کرنے کی جنگ میں، کوئی آزاد پالیسی اختیار کر سکے اور حکمران

ملکوں کے مزدور طبقے سے اپنے طبقاتی اتحاد کو قائم رکھ سکے۔ اس جدوجہد کے بغیر بین الاقوامیت ایک ناممکن امر ہے۔ حکمراں قوموں کے اور محکوم قوموں کے محنت کش عوام کو بین الاقوامیت کی روشنی میں تعلیم دینے کا یہی طریقہ ہے۔

مزدوروں کو بین الاقوامیت کی روشنی میں تعلیم دینے کے بارے میں کمیونزم کے دوہرے فریضے کی بابت لینن کہتا ہے: "کیا یہ تعلیم۔۔۔بڑی بڑی ظالم قوموں میں اور چھوٹی چھوٹی مظلوم قوموں میں فاتح قوموں اور مفتوح قوموں میں، ٹھوس انداز سے یکساں ہو سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی منزل پر پہنچنے کا راستہ، تمام قوموں میں مکمل مساوات، گہرا تعلق اور بالآخر مکمل اتحاد قائم کرنے کا راستہ، ہر مخصوص صورت میں مختلف سمتوں سے ہو کر آتا ہے۔ یوں سمجھو کہ صفحے کے بیچ میں کسی نقطے پر پہنچنے کے لیے ایک کنارے سے بائیں طرف اور دوسرے کنارے سے دائیں طرف چلنا ہو گا۔ کسی ظالم، فاتح اور بڑی قوم کا سوشلسٹ اگر قوموں کے عام اتحاد کی تلقین کرتے ہوئے ایک لمحے کے لیے بھی یہ بھول جائے کہ اس کے نکولس ثانی، اس کے قیصر ولیم، اس کے جارج اور پوئنکار وغیرہ بھی (فتوحات کے ذریعے) چھوٹی قوموں سے اتحاد کے خواہاں ہیں۔۔۔ نکولس ثانی گالیشیا سے اتحاد چاہتا ہے، قیصر ولیم بلجیئم سے اتحاد چاہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔تو ایسا سوشلسٹ اصولا ایک نامعقول نظریہ پرست ہے اور عملا سامراجی کی ہمت بڑھاتا ہے۔

"ظالم قوموں کے مزدوروں میں بین الاقوامی تعلیم میں زور بلاشک اس بات پر دینا چاہیے کہ مزدور مظلوم قوموں کے حقِ علیحدگی کے مطالبے کی پرزور حمایت کریں۔ اس کے بغیر بین الاقوامیت ناممکن ہے۔ ظالم قوم کا جو سوشلسٹ اس بات کی تبلیغ نہیں کرتا اسے سامراج پرست

اور بد معاش سمجھنا ہمارا حق اور ہمارا فرض ہے۔ یہ ہر حال میں ایک ضروری مطالبہ ہے خواہ علیحدہ ہونے کا موقع ملنا سوشلزم سے پہلے ناممکن اور ناقابلِ عمل ہی کیوں نہ ہو۔۔۔

"اس کے برعکس چھوٹی قوم کے سوشلسٹ کو اپنی تبلیغ میں ہمارے اصول کے دوسرے حصے پر، قوموں کے رضاکارانہ اتحاد پر زور دینا چاہیے۔ وہ اپنی قوم کی سیاسی آزادی کی، یا کسی ہمسایہ ریاست میں شامل ہو جانے کی حمایت کر سکتا ہے۔ اس سے اس کے بین الاقوامی فرائض کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ لیکن بہر صورت اس کو چھوٹی قوم کی تنگ خیالی، تنگ نظری اور علیحدگی کے رجحان کے خلاف جدوجہد کرنی چاہیے۔ اسے اس بات کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے کہ "کل" اور "عام" کو تسلیم کیا جائے، خاص کے مفاد کو عام کے مفاد کے تابع کر دیا جائے۔

"جن لوگوں نے اس مسئلے کا تفصیل سے مطالعہ نہیں کیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ایک تضاد ہے کہ ظالم قوم کا سوشلسٹ تو "علیحدہ ہونے کی آزادی" پر اور مظلوم قوم کے سوشلسٹ "اتحاد کرنے کی آزادی" پر اصرار کریں۔ لیکن زرا سوچنے سے معلوم ہو گا کہ موجودہ صورتِ حال سے بین الاقوامیت اور قوموں کے اتحاد تک پہنچنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے"۔ (لینن۔ تصانیف۔ روسی ایڈیشن۔ انیسویں جلد۔ صفحہ 62-161)۔

7۔ تدبیر اور ترکیب

اس موضوع پر میں چھ سوالوں سے بحث کروں گا۔ (1) تدبیر اور ترکیب مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کی رہنمائی کا علم ہے۔ (2) انقلاب کے دور اور تدبیر۔ (3) تحریک کا اتار چڑھاؤ اور ترکیب۔ (4) تدبیری رہنمائی۔ (5) ترکیبی رہنمائی۔ (6) اصلاح پسندی اور انقلاب پسندی

1۔ تدبیر اور ترکیب مزدوروں کی طبقاتی کشمکش میں رہنمائی کا علم ہے۔ دوسری انٹر نیشنل کے فروغ کا زمانہ کم و بیش پرامن نشوونما کے حالات میں مزدور فوجوں کے بننے اور تربیت پانے کا زمانہ تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پارلیمانیت، طبقاتی جدوجہد کی خاص شکل تھی۔ بڑی بڑی طبقاتی لڑائیوں کے سوالات، مزدور طبقے کو انقلابی لڑائیوں کے لیے تیار کرنے اور مزدور طبقے کی آمریت حاصل کرنے کی تدبیر ووسائل کے سوالات، اس وقت کے مجوزہ کاموں کے پروگرام میں شامل نہیں تھے۔ کام یہیں تک محدود تھا کہ مزدور فوجوں کی تشکیل اور ترتیب کے لیے آئینی نشوونما کے تمام راستے اختیار کیے جائیں، ان حالات کے مطابق جن میں مزدور طبقے کی حیثیت ایک مخالف جماعت کی تھی (اور اس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ یہ حیثیت قائم رہے گی) اور پارلیمانیت سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسے دور میں جبکہ مزدور طبقے کے فریضوں کا یہ تصور تھا، نہ تو کوئی مکمل تدبیر ممکن ہو سکتی تھی اور یہ مفصل ترکیبیں۔ تدبیر اور ترکیب کے متعلق بے ربط اور جزوی خیالات ضرور تھے لیکن بحیثیت خود تدبیر اور ترکیب کا کوئی وجود نہیں تھا۔

دوسری انٹر نیشنل کا سب سے بڑا جرم یہ نہیں تھا کہ اس نے جدوجہد کی پارلیمانی شکلوں سے فائدہ اٹھانے کی ترکیب اختیار کی۔ جرم یہ تھا کہ اس نے جدوجہد کی پارلیمانی شکلوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی۔ اس نے سمجھا کہ جدوجہد کی یہی واحد شکلیں ہیں۔ اور جب کھلم کھلا انقلابی لڑائیوں کا زمانہ آیا اور جدوجہد کی غیر پارلیمانی شکلوں کا سوال درپیش ہوا تو دوسری انٹر نیشنل کی پارٹیوں نے ان نئے فریضوں سے منہ موڑ لیا اور ان کو انجام دینے سے انکار کر دیا۔

بعد کا دور مزدور طبقے کے براہِ راست عمل کا دور تھا۔ مزدور انقلاب کا دور تھا۔ سرمایہ داری کا خاتمہ کرنے کا سوال فوری عمل کرنے کا سوال بن گیا تھا۔ مزدور طبقے کے معاونین کا سوال نہایت اہم صورت اختیار کر چکا تھا۔ جدوجہد اور تنظیم کی ساری شکلیں - پارلیمانی اور غیر پارلیمانی (ترکیب)

ظاہر اور واضح ہو چکی تھیں۔ صرف اسی دور میں ممکن تھا کہ مزدور طبقے کی جدوجہد کے لیے ایک مکمل تدبیر اور مفصل ترکیبیں اختیار کی جائیں۔ ٹھیک اسی دور میں لینن تدبیر اور ترکیب کے متعلق مارکس اور اینگلز کے ان اعلی خیالات کو منظرِ عام پر لے آیا جنہیں دوسری انٹر نیشنل کے موقع پرست فراموش کر بیٹھے تھے۔ مگر لینن نے مارکس اور اینگلز کے چند ترکیبی دعووں کو ان کی اصلی حالت میں لے آنے پر ہی اکتفا نہیں کی۔ اس نے ان کو مزید ترقی دی اور ان میں نئے خیالات اور دعووں کا اضافہ کیا۔ ان کو جمع کر کے مزدوروں کی طبقاتی جدوجہد کی رہنمائی کے لیے قواعد اور اصولِ کار کا ایک نظام تیار کیا۔ لینن کی تحریریں مثلا 'کیا کیا جائے؟'، 'دو راستے'، 'سامراجیت'، 'ریاست اور انقلاب'، 'مزدور انقلاب اور غدار کاؤتسکی'، 'بائیں بازو کا کمیونزم'، وغیرہ وغیرہ بلاشک و شبہ ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جائیں گی کیونکہ وہ مارکسزم کے عام خزانے میں، اس کے انقلابی اسلحہ خانے میں، بے بہا اضافہ ہیں۔ لینن ازم کی تدبیر اور ترکیب سے مزدور طبقے کی انقلابی جدوجہد کی رہنمائی کا علم مدون ہوتا ہے۔

2۔ <u>**انقلاب کے دور اور تدبیر۔**</u> تدبیر نام ہے انقلاب کے کسی مقررہ دور میں مزدور طبقے کے مرکزی حملے کا رخ متعین کرنے کا، اس کے مطابق انقلابی قوتوں (اصلی اور ثانوی معاون قوتوں) کی تقسیم و ترتیب کا خاکہ مرتب کرنے کا اور انقلاب کے اس دور میں اس خاکے پر عمل کرنے کی جدوجہد کرنے کا۔

ہمارا انقلاب دو ادوار سے گزر چکا ہے اور اکتوبر انقلاب کے بعد تیسرے دور میں داخل ہوا ہے۔ چنانچہ، ہماری تدبیر بھی تبدیل ہو چکی ہے۔

پہلا دور۔ 1903ء سے فروری 1917ء تک۔ مقصد زاریت کا خاتمہ کرنا اور ازمنہ وسطی کے نظام کے اثرات کو بالکل مٹا دینا۔ انقلاب کی اصلی قوت: مزدور طبقہ۔ فوری معاون: کسان۔ مرکزی

حملے کا رخ: آزاد خیال شاہیت پسند سرمایہ داروں کو بے یارو مددگار بنانا جو کسانوں کو ساتھ لینے اورزاریت سے سمجھوتہ کرکے، انقلاب کو کچل دینے کی کوشش میں تھے۔ قوتوں کی تقسیم وترتیب کا خاکہ: مزدور طبقے کا کسانوں سے اتحاد۔ "مزدور طبقے کو جمہوری انقلاب کی تکمیل کرنی ہوگی جس کے لیے عام کسانوں کو ساتھ لینا ہوگا اکہ مطلق العنان ملوکیت کی مزاحمت کو بزور کچلا جاسکے اور سرمایہ داروں کے بے استقلالی کو شل کیا جاسکے"۔ (لینن۔ منتخبات۔ تیسری جلد، صفحہ 110)۔

دوسرا دور۔ مارچ 1917ء سے اکتوبر 1917ء تک۔ مقصد: روس میں سامراجیت کا خاتمہ کرنا اور سامراجی جنگ سے الگ ہوجانا۔ انقلاب کی اصلی قوت: مزدور طبقہ۔ فوری معاون: غریب کسان۔ ہمسایہ ملکوں کا مزدور طبقہ بھی معاون ہوسکتا تھا۔ مرکزی حملے کا رخ: ٹٹ پونجیہ جمہوریت پسندوں (منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں) کو بے یار و مددگار کردینا جو محنت کش کسانوں کو ساتھ لینے اور سامراجیت سے سمجھوتہ کرکے انقلاب کو کچل دینے کی کوشش کررہے تھے۔ قوتوں کی تقسیم و ترتیب کا خاکہ: مزدور طبقے کا غریب کسانوں سے اتحاد۔ "مزدور طبقے کو سوشلسٹ انقلاب کی تکمیل کرنی ہے جس کے لیے آبادی کی نیم مزدور جماعتوں کو ساتھ لیناہوگا تاکہ سرمایہ داروں کی مزاحمت کو بزور کچلا جاسکے اور کسانوں اور ٹٹ پونجیہ لوگوں کی بے استقلالی کو شل کیاجا سکے"۔ (ایضا۔ صفحہ 111)۔

تیسرا دور۔ اکتوبر انقلاب کے بعد شروع ہوا۔ مقصد: ایک ملک میں مزدور طبقے کی آمریت کو مستحکم کرنا اور تمام ملکوں میں سامراجیت کا خاتمہ کرنے کے لیے اس سے مرکز کا کام لینا۔ انقلاب ایک ملک کی حد سے باہر پھیل رہاہے۔ عالمگیر انقلاب کا دور شروع ہوچکاہے۔ انقلاب کی اصلی قوتیں: ایک ملک میں مزدور طبقے کی آمریت، تمام ملکوں میں مزدور طبقے کی انقلابی تحریک۔ اہم

معاون: ترقی یافتہ ملکوں میں مزدور اور چھوٹے کسانوں اور محکوم اورماتحت ملکوں کی تحریکِ آزادی۔ مرکزی حملے کا رخ: ٹٹ پونجیہ جمہوریت پسندوں کو بے یارومددگار کرنا، دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں کو بے یارومددگار کرنا، جو سامراجیت سے سمجھوتے کی پالیسی کا سب سے بڑا سہارا ہیں۔ قوتوں کی تقسیم و ترتیب کا خاکہ: مزدور انقلاب کا محکوم اورماتحت ملکوں کی تحریکِ آزادی سے اتحاد۔

تدبیر کا تعلق انقلاب کی اصلی قوتوں اوران کی کے معاونین سے ہے۔ انقلاب کے ایک دور سے دوسرے دور میں داخل ہونے پر تدبیر بدل جاتی ہے مگر اس میں مخصوص دور میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

3۔ تحریک کا اتار چڑھاؤ اور ترکیب۔ ترکیب نام ہے تحریک کے اتار چڑھاؤ، انقلاب کے عروج و زوال کے نسبتاً مختصر دور میں مزدور طبقے کی راہِ عمل متعین کرنے کا، اس راہِ عمل کو کامیاب بنانے کے لیے سعی بلیغ کرنے کا، جدوجہد اور تنظیم کی پرانی شکلوں کی جگہ نئی شکلیں، پرانے نعروں کی جگہ نئے نعرے اختیار کرنے کا اوران شکلوں کو منسلک کرنے کا۔ تدبیر کا مقصد زاریت کے خلاف، یا سرمایہ داری کے خلاف جنگ جیتنا ہے۔ زاریت یا سرمایہ داروں کے خلاف جدوجہد کو انتہا تک لے جانا ہے، ترکیب کا تعلق نسبتاً کم اہمیت کے مقاصد سے ہوتا ہے۔ ان کا مقصد بحیثیتِ مجموعی جنگ جیتنا نہیں ہے بلکہ ایک خاص معرکہ یا لڑائی جیتنا ہے۔ انقلاب کے عروج یا زوال کے کسی مخصوص دور کے حالات کے مطابق ایک خاص معرکے یا ایک خاص عمل کو کامیابی سے انجام دینا ہے۔ ترکیب تدبیر کا ایک جزو ہے، اس کے تابع ہے اوراس کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔

ترکیب اتار چڑھاؤ کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔ انقلاب کے پہلے دور (1903ء سے فروری 1917ء تک) میں تدبیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مگر اس دور میں ترکیب کئی بار بدلی گئی۔ 1903ء سے

1905ء تک کے دور میں پارٹی نے حملے کی ترکیب اختیار کی کیونکہ انقلاب کی موجیں ابھر رہی تھیں، تحریک چڑھاؤ پر تھی۔ ترکیب اسی بنیاد پر مرتب کی جاسکتی تھی۔ چنانچہ انقلاب کی چڑھتی ہوئی موج کی ضرورتوں کے مطابق جدوجہد کی شکلیں انقلابی تھیں۔ مقامی سیاسی ہڑتالیں، سیاسی مظاہرے، عام سیاسی ہڑتالیں، دوما[22] (روسی پارلیمان) کا بائیکاٹ، بغاوت، انقلابی جنگجو نعرے۔۔۔ اس دور میں جدوجہد کی یکے بعد دیگرے یہی شکلیں تھیں۔ جدوجہد کی شکلوں میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کے ساتھ ساتھ تنظیم کی شکلوں میں بھی مناسب تبدیلیاں ہوئیں۔ فیکٹری کمیٹیاں، کسانوں کی انقلابی کمیٹیاں، ہڑتالی کمیٹیاں، مزدوروں کے نمائندوں کی سوویت، مزدوروں کی پارٹی جو کم و بیش کھلم کھلا کام کر رہی تھی۔ اس دور میں تنظیم کی یہی شکلیں تھیں۔

1907ء سے 1912ء تک کے دور میں پارٹی کو پیچھے ہٹنے کی ترکیب اختیار کرنی پڑی کیونکہ ہم لوگوں نے اس وقت محسوس کیا کہ انقلابی تحریک روبہ زوال ہے، انقلاب اتار کی طرف مائل ہے۔ اس لیے ترکیب میں اس بات کو پیشِ نظر رکھنا لازمی تھا۔ جدوجہد اور تنظیم کی شکلوں میں بھی اسی لحاظ سے تبدیلی ہوئی۔ دوما کا بائیکاٹ کرنے کے بدلے ہم دوما میں شریک ہوئے۔ دوما کے باہر اعلانیہ اور براہِ راست انقلابی عمل کے بجائے دوما میں پارلیمانی تقریریں اور پارلیمانی کام ہونے لگا۔ عام سیاسی ہڑتال کے بجائے جزوی معاشی ہڑتالیں ہوئیں یا کام بالکل سست پڑ گیا۔ اس دور میں پارٹی کو روپوش ہو جانا پڑا۔ انقلابی عوامی تنظیموں کی جگہ تہذیبی، تعلیمی اور امدادِ باہمی یا بیمہ یا اسی قسم کی دوسری قانونی تنظیمیں وجود میں آگئیں۔ انقلاب کے دوسرے اور تیسرے دور کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاسکتی ہے۔ ان میں بھی ترکیب تو بار بار بدلی مگر تدبیر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

ترکیب کا تعلق جدوجہد کی شکلوں سے اور تنظیم کی شکلوں سے ہے، ان کی تبدیلیوں سے اور ان کو منسلک کرنے سے ہے۔ انقلاب کے کسی خاص دور میں ترکیب بار بار بدل سکتی ہے۔ اس کا انحصار انقلاب کے اتار چڑھاؤ، اس کے عروج وزوال پر ہے۔

4۔ تدبیری رہنمائی۔ انقلاب کے معاون یہ ہوسکتے ہیں:

براہِ راست معاون: (الف) کسان اور بالعموم ملک کی آبادی کے درمیانی حصے۔ (ب) ہمسایہ ملکوں کے مزدور طبقے۔ (پ) محکوم اور ماتحت ملکوں کی انقلابی تحریک۔ (ت) مزدور طبقے کی آمریت کی کامیابیاں اور کارنامے جن میں سے کچھ سے مزدور طبقہ اپنے اقتدار کو قائم رکھتے ہوئے عارضی طور پر دست بردار ہوسکتا ہے تاکہ اس کی بنیاد پر دشمن کو توڑ لے اور مہلت حاصل کرے۔ اور؛

بالواسطہ معاون: (الف) ملک میں غیر مزدور طبقوں کے باہمی تضاد اور تصادم جس سے فائدہ اٹھا کر مزدور طبقہ دشمن کو کمزور اور اپنے معاونوں کو مضبوط کرسکتا ہے۔ (ب) مزدور ریاست کی مخالف سرمایہ دار ریاستوں کا باہمی تضاد، ان کے آپس کے جھگڑے، لڑائیاں (مثلاً سامراجی جنگ) جن سے مزدور طبقہ اپنے حملہ کرنے یا پیچھے ہٹنے کی نقل و حرکت میں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

پہلی قسم کے معاونین کے بارے میں تفصیل سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان کی اہمیت سے ہر شخص واقف ہے۔ دوسری قسم کے معاون قوتوں کے متعلق جن کی اہمیت ہمیشہ اتنی واضح نہیں ہوتی ہے یہ کہنا ضروری ہے کہ بعض اوقات انقلاب کی ترقی کے لیے ان کی اہمیت بنیادی ہوتی ہے۔

پچھلے انقلاب کے دوران میں اور اس کے بعد ٹٹ پونجیہ جمہوریت پسندوں (سوشلسٹ انقلابیوں) اور آزاد خیال شاہیت پسندوں کے باہمی نزاع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کسانوں کو سرمایہ

داروں کے اثر سے آزاد کرانے میں بلاشبہ اس نزاع کا بھی ہاتھ رہا ہے۔ اکتوبر انقلاب کے دوران میں اہم سامراجی گروہوں میں آپس میں جو جنگ جاری تھی اس کی اہمیت سے انکار کرنے کی گنجائش اور بھی کم ہے۔ سامراجی باہمی جنگ میں مصروف تھے اس لیے اپنی طاقت کو کم سن سوویت ریاست کے خلاف یکجا نہیں کرسکے۔ اس طرح مزدور طبقے کو اپنی قوت اور اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کا اور جنرل کولچک اور دنیکن کو شکست دینے کی تیاریاں کرنے کا موقع مل گیا۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آج جبکہ سامراجی گروہوں کا باہمی تضاد زیادہ شدید ہوتا جارہا ہے اور ایک نئی جنگ لازمی ہوتی جارہی ہے، مزدور طبقے کے لیے اس قسم کی معاون قوت کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔

تدبیری رہنمائی کا کام یہ ہے کہ انقلاب کی نشوونما کے ایک خاص دور میں اصل مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان معاونوں کا صحیح استعمال کرے۔

معاونوں کے صحیح استعمال کا کیا مطلب ہے؟

اس کا مطلب چند ضروری شرطوں کو پورا کرنا ہے جس میں خاص خاص شرطیں یہ ہیں:

پہلی شرط۔ انقلاب کی اصلی قوتوں کو فیصلہ کن موقع پر دشمن کے سب سے کمزور مرکز پر یکجا کرنا چاہیے۔ یہ موقع ایسا ہو جب انقلابی مواد پک کر تیار ہو چکا ہو، جب حملہ پورے زوروشور سے ہو رہا ہو، جب بغاوت دروازے پر دستک دے رہی ہو اور جب کامیابی کا دارومدار معاونوں کو ہراول کے ساتھ لے آنے پر ہو۔ اپریل سے اکتوبر 1917ء تک کے دور میں پارٹی کی تدبیر معاونوں سے اس طرح مناسب کام لینے کی بہترین مثال ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سامراجی جنگ اس وقت دشمن کا سب سے کمزور پہلو تھی۔ پارٹی نے اسی بنیادی سوال پر ملک کے کثیر عوام کو مزدور طبقے کی رہنمائی میں جمع کیا۔ اس دور میں پارٹی کی تدبیر یہ تھی کہ عام جلسوں اور مظاہروں کے زریعے

ہراول کو اعلانیہ عمل کی تربیت دی جائے، مورچے کے عقب میں سوویتوں کے زریعے اورمورچے پر سپاہیوں کی کمیٹیوں کے زریعے معاونوں کو ہراول کے پاس پہنچا دیا جائے۔ انقلاب کے نتیجے نے ثابت کر دیا ہے کہ ان معاونین سے پورا فائدہ اٹھایا گیا۔

لینن نے مارکس اوراینگلز کے مشہور نظریہ بغاوت کی تشریح کرتے ہوئے انقلابی قوتوں کے تدبیری استعمال کی اسی شرط کے بارے میں کہا تھا: "بغاوت کو ہرگز کھیل مت بناؤ۔ لیکن جب شروع کرتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ تمھیں آخر تک جانا ہے۔ ایک فیصلہ کن لمحے میں، ایک فیصلہ کن مقام پر تمھیں بہت زیادہ طاقت جمع کرکے فوقیت حاصل کرلینی چاہیے ورنہ دشمن جسے بہتر تیاری اور بہتر تنظیم کی آسانیاں حاصل ہیں، باغیوں کو برباد کرڈالے گا۔ ایک بار جب بغاوت شروع ہو جائے تو تمھیں بڑے عزم کے ساتھ عمل کرنا چاہیے اور ہر صورت سے بلاکسی کوتاہی کے حملہ کرنا چاہیے۔ بچاؤ ہر ہونا مسلح بغاوت کی موت ہے۔ تمھیں دشمن کو اچانک جا دبوچنا چاہیے اوراس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے جب اس کی قوتیں منتشر ہوں۔ تمھیں روز (اگر ایک شہر کی بات ہے تو ہر گھنٹہ) ایک کامیابی حاصل کرنی کی سعی کرنی چاہیے خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اورہر حالت میں اخلاقی برتری قائم رکھنی چاہیے"۔ (لینن۔ تصانیف۔ اکیسویں جلد، روسی ایڈیشن۔ صفحہ 19-320)۔

<u>دوسری شرط</u>۔ فیصلہ کن وار کرنے کا، بغاوت شروع کرنے کا ایسا وقت منتخب کرنا چاہیے جبکہ بحران اپنی انتہائی بلندی پر پہنچ چکا ہو، جب پوری طرح ظاہر ہوچکا ہو کہ ہراول آخر تک لڑنے کو تیار ہے، معاونین ہراول کی حمایت کرنے کو تیار ہیں اور دشمن کی صفوں میں زیادہ سے زیادہ سراسیمگی پھیلی ہوئی ہے۔

لینن کہتاہے کہ فیصلہ کن لڑائی کا ٹھیک وقت وہی سمجھنا چاہیے جب "ان تمام طبقاتی قوتوں کے ہاتھ جو ہماری مخالف ہیں اچھی طرح پھنسے ہوئے ہوں، ان میں آپس میں جو تم بیزاری ہو رہی ہو، اس جدوجہد میں جو ان کے بس سے باہر ہے وہ خود کو اچھی طرح کمزور کر چکی ہوں۔"

جب "تمام غیر مستقل، ڈانواڈول، بدلنے والے، درمیانی عناصر ٹٹ پونجیہ طبقے اور ٹٹ پونجیہ طبقے کے جمہوریت پسند بھی جو سرمایہ داروں سے مختلف ہیں" عوام کے سامنے بے نقاب اور اپنے سیاسی دیوالیہ پن کی بدولت کافی ذلیل و خوار ہو چکے ہوں" جب "مزدور طبقے میں سرمایہ داروں کے خلاف نہایت ثابت قدم، نہایت دلیر انقلابی عمل کی حمایت کرنے کا جذبہ پرورش پارہاہو اور بڑھنے لگا ہو، انقلاب کا بے شک یہی وقت ہوتا ہے۔ اگر ہم نے تمام مذکورہ بالا حالات کا صحیح اندازہ کیا ہے۔۔۔اور ٹھیک موقعے کا انتخاب کیا ہے تو بے شک ہماری فتح یقینی ہے۔" (لینن۔ منتخبات۔ دسویں جلد، صفحہ 38-137)۔

اکتوبر کی بغاوت جس طرح انجام دی گئی اسے ایسی تدبیر کا کامل نمونہ کہا جا سکتا ہے۔ اس شرط پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ایک خطرناک غلطی کی صورت میں ظاہر ہوتا جسے "رفتار کا کم ہو جانا" کہتے ہیں۔ پارٹی تحریک سے پیچھے رہ جاتی ہے یا بہت آگے نکل جاتی ہے اور ناکامی کا خطرہ پیدا" ہو جاتا ہے"۔ "رفتار کے کم ہو جانے" کی ایک مثال، بغاوت کا ٹھیک موقع منتخب نہ کرنے کی ایک مثال، ہمارے ساتھیوں میں کچھ لوگوں کی یہ کوشش تھی کہ ستمبر 1917ء میں جمہوری کانفرنس کو حراست میں لے کر بغاوت شروع کر دی جائے۔ اس وقت سوویتوں میں ہچکچاہٹ پائی جاتی تھی۔ مورچے پر سپاہی ششں و پنج میں تھے اور معاون ابھی تک ہراول کے ساتھ نہیں ہوئے تھے۔

<u>تیسری شرط</u>۔ جو راہ اختیار کی جائے اس سے قدم ادھر ادھر نہ ہونے پائیں خواہ منزل کی طرف بڑھنے میں سڑک پر کتنی ہی دشواریوں اور دقتوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس کی ضرورت اس

لیے ہے کہ ہراول دستہ جدوجہد کی اصل منزل کو بھولنے نہ پائے اور عوام جو منزل کی طرف بڑھ رہے ہوں اور ہراول کے پاس جمع ہونے کی کوشش کر رہے ہوں، راہ سے بھٹکنے نہ پائیں۔ اس شرط پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ ایک سنگین غلطی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے جسے جہازراں "راہ گم ہو جانا" کہتے ہیں۔ اس "راہ گم ہونے" کی ایک مثال ہماری اپنی پارٹی کے ایک غلط طرزِ عمل میں ملتی ہے۔ جمہوری کانفرنس کے بعد ہی ہماری پارٹی نے پارلیمان سے پہلے کی عارضی مجلس میں شرکت کرنے کی تجویز منظور کی۔ پارٹی کچھ دیر کے لیے یہ بھول گئی کہ یہ مجلس ان سرمایہ داروں کی محض ایک چال ہے جو ملک کو سوویتوں کے راستے سے ہٹا کر سرمایہ دار پارلیمانیت کے راستے پر لگا دینا چاہتے تھے۔ ایسی جماعت میں پارٹی کی شرکت کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ساری تدبیریں خاک میں مل جاتیں اور مزدور اور کسان جو "سوویتوں کو سارا اختیار ملے" کے بعرے کے تحت انقلابی جدوجہد میں مصروف تھے غلط فہمی میں پڑ جاتے۔ بالشویکوں نے اس مجلس سے علیحدہ ہو کر اپنی غلطی کی اصلاح کر لی۔

<u>چوتھی شرط۔</u> دشمن جب مضبوط ہو۔ جب پیچھے ہٹنا لازمی ہو، جب دشمن لڑائی پر مجبور کر رہا ہو اور لڑنا ہمارے حق میں مفید نہ ہو، اور جبکہ قوتوں کی موجودہ صف بندی کی صورت میں ہراول کو دشمن کی ضرب سے بچانے اور اپنے معاونین کو محفوظ رکھنے کے لیے پیچھے ہٹنے کے سوا کوئی راستہ نہ رہ گیا ہو، تو اس وقت معاون قوتوں کو خوش اسلوبی سے منظم کرنا چاہیے تاکہ پیچھے ہٹنا ممکن ہو سکے۔ لینن کہتا ہے: "انقلابی پارٹیوں کو اپنی تعلیم پوری کر لینی چاہیے۔ انہوں نے حملہ کرنا سیکھ لیا ہے۔ اب انہیں جان لینا چاہیے کہ اس کے ساتھ انہیں کامیابی سے پیچھے ہٹنے کا علم بھی حاصل کرنا ہے۔ انہیں یہ محسوس کرنا چاہیے اور انقلابی طبقے کو اپنے تلخ تجربے سے ہی یہ احساس حاصل ہوتا

ہے،۔۔۔ کہ جب تک وہ حملہ کرنے اور پیچھے ہٹنے، دونوں سے، واقف نہ ہو جائیں، تب تک فتح حاصل کرنا ناممکن ہے۔" (لینن۔ منتخبات۔ دسویں جلد۔ صفحہ 66-65)۔

اس تدبیر کا مقصد مہلت حاصل کرنا ہے، دشمن کی ہمت کو پست کر دینا ہے اور قوت جمع کرنی ہے تا کہ بعد میں حملہ کیا جاسکے۔

بریست-لتوسک [23] صلح نامے کو اس تدبیر کا ایک کامیاب نمونہ کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے پارٹی کو مہلت مل گئی، سامراجیوں کے باہمی جھگڑوں سے فائدہ اٹھانے کا، دشمن کی فوجوں میں پست ہمتی پھیلانے کا، کسانوں کی حمایت کو برقرار رکھنے کا، اور کولچک اور دنیکن کے خلاف حملے کی تیاری کے لیے اپنی قوتیں یکجا کرنے کا موقع مل گیا۔

لینن نے اس وقت کہا تھا: "علیحدہ صلح کر کے ہم خود کو دونوں مخالف سامراجی گروہوں سے موجودہ حالت میں جس قدر ممکن ہو اس قدر آزاد کرا رہے ہیں، ہم ان کی آپس کی دشمنی اور جنگ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں تا کہ ہمارے خلاف ان کو مل کر قدم اٹھانے میں دشواری ہو، اور ہم کچھ عرصے کے لیے سوشلسٹ انقلاب کو آگے بڑھانے اور مستحکم کرنے کے لیے آزاد ہوں"۔ (لینن۔ تصانیف۔ روسی ایڈیشن۔ بائیسویں جلد۔ صفحہ 198)۔

لینن نے معاہدہ بریست-لتوسک کے تین سال بعد کہا تھا: "اب تو سب سے احمق آدمی بھی دیکھ سکتا ہے کہ بریست-لتوسک معاہدہ ایک ایسی رعایت تھی جس سے ہمیں طاقت پہنچی ہے اور جس نے بین الاقوامی سامراجیت کی قوتوں کو پراگندہ کر دیا ہے"۔ (لینن۔ منتخبات۔ نویں جلد۔ صفحہ 347)۔

یہی ہیں وہ خاص حالات جو صحیح تدبیری رہنمائی کی ضمانت ہیں۔

5۔ **ترکیبی رہنمائی:** ترکیبی رہنمائی، تدبیری رہنمائی کا ایک جزو ہے اور اس کے فریضوں اور ضرورتوں کے تابع ہے۔ ترکیبی رہنمائی کا کام مزدور طبقے کی جدوجہد اور تنظیم کی شکلوں پر عبور حاصل کرنا ہے اور ایسی صورت پیدا کرنی ہے کہ قوتوں کی موجودہ صف بندی کی حالت میں ان کا صحیح استعمال کیا جا سکے اور زیادہ سے زیادہ ضروری نتیجے حاصل کیے جائیں جن کی بنا پر تدبیری کامیابی حاصل ہو سکے۔

مزدور طبقے کی جدوجہد اور تنظیم کی شکلوں کے صحیح استعمال کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب چند ضروری شرطیں پوری کرنا ہے جن میں خاص شرطیں یہ ہیں:

پہلی شرط: جدوجہد اور تنظیم کی انہی شکلوں کو بروئے کار لانا چاہیے جو اتار چڑھاؤ کے دوران میں کسی خاص موقع پر سب سے زیادہ مناسبِ حال ہیں اور جن سے عوام کو، کروڑوں انسانوں کو، انقلابی مورچے پر لانے میں، اور انقلابی مورچے پر ان کی تقسیم و ترتیب کرنے میں سہولت پیدا ہو۔

یہاں خاص بات یہ نہیں ہے کہ ہراول دستہ یہ سمجھ لے کہ پرانے نظام کو قائم رکھنا ناممکن ہے اور اس کا خاتمہ لازم ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ عوام الناس، کروڑوں انسان، اس کو سمجھنے لگیں اور ہراول دستے کی مدد پر مستعدی کا اظہار کریں۔ لیکن عوام اس بات کو اپنے تجربے سے ہی سیکھ سکتے ہیں۔ کام یہ ہے کہ عوام کو اس لائق بنایا جائے کہ وہ اپنے تجربے سے سمجھ سکیں کہ پرانے نظام کا خاتمہ کرنا لازم ہے۔ جدوجہد کے ایسے طریقوں کو اور تنظیم کی ایسی شکلوں کو ترقی دی جائے جن سے عوام کے لئے اپنے تجربے سے سیکھنے اور انقلابی نعروں کی صحت کو سمجھنے میں سہولت پیدا ہو۔

ہراول گروہ مزدور طبقے سے الگ ہو جاتا اور مزدور طبقے کے تعلقات عوام سے ختم ہو جاتے اگر پارٹی ٹھیک وقت پر دوما (اسمبلی) میں شرکت کا فیصلہ نہ کرتی، اگر دوما میں کام کرنے کے لیے اپنی

قوتیں یکجا کرنے کا فیصلہ نہ کرتی، اگر اس کام پر اپنی جدوجہد کی بنیاد نہ رکھتی تاکہ عوام کے لیے اپنے تجربے کی بنا پر یہ سمجھنا آسان ہو جائے کہ دوما بیکار چیز ہے، دستوری جمہوریت پسندوں کے وعدے جھوٹے ہیں، زاریت سے سمجھوتہ ناممکن ہے اور کسانوں اور مزدور طبقے میں اتحاد اٹل ہے۔ اگر دوما کے زمانے میں عوام نے تجربہ حاصل نہ کیا ہوتا تو دستوری جمہوریت پسندوں کی قلعی نہ کھلتی اور نہ مزدور طبقے کی قیادت ممکن ہو سکتی تھی۔

"اوٹزوفسٹ "[10] گروہ کی ترکیبوں میں ایک بڑا خطرہ یہ تھا کہ ان پر عمل کرنے سے ہراول دستے کے تعلقات اپنے کروڑوں معاونوں سے منقطع ہو جاتے۔

اگر مزدور طبقے نے انتہا پسند کمیونسٹوں کی راہ لی ہوتی جو اپریل 1917ء میں بغاوت کی آواز اٹھا رہے تھے تو پارٹی مزدور طبقے سے بے تعلق ہو جاتی اور کسانوں اور سپاہیوں کی اکثریت پر سے مزدور طبقے کا اثر جاتا رہتا۔ اس وقت تک یہ قلعی نہیں کھلی تھی کہ سوشلسٹ انقلابی اور منشویک، جنگ اور سامراج کے حامی ہیں۔ عوام نے خود اپنے تجربے سے یہ نہیں سمجھا تھا کہ امن، زمین اور آزادی کے بارے میں منشویکوں اور سوشلسٹ انقلابیوں کی تقریریں جھوٹی ہیں۔ اگر کیرنسکی[24] کے دورِ حکومت میں عوام نے یہ تجربہ حاصل نہ کیا ہوتا تو منشویک اور سوشلسٹ انقلابی تنہا نہ چھوٹ جاتے، اور نہ مزدور طبقے کی آمریت ممکن ہو سکتی تھی۔ اسی لیے ٹٹ پونجیہ پارٹیوں کی غلطیوں کی "صبر کے ساتھ تشریح کرنے" اور سوویتوں میں کھلم کھلا ان کے خلاف جدوجہد کرنے کی ترکیب ہی ایک صحیح ترکیب تھی۔

---

[10] اوٹزوفسٹ روسی زبان کے لفظ اتزووت سے بنا ہے جس کا مطلب ہے واپس بلانا۔ یہ نام سابق بالشویکوں کے ایک گروہ کو دیا گیا تھا جو مطالبہ کرتے تھے کہ ریاسی دوما (اسمبلی) سے مزدور نمائندوں کو واپس بلا لیا جائے اور قانونی اداروں میں کام ترک کر دیا جائے۔

انتہا پسند کمیونسٹوں کی ترکیب خطرناک تھی کیونکہ اس سے پارٹی مزدور انقلاب کا رہنما بننے کے بجائے بے مغز سازش کرنے والوں کا ایک گروہ بن کر رہ جاتی جن کی کہیں کوئی بنیاد نہیں تھی۔

لینن کہتا ہے: "صرف ہراول دستے کے زریعے فتح حاصل نہیں ہو سکتی ہے جب تک سارا طبقہ، جب تک عوام کی کثیر تعداد ہراول دستے کی براہِ راست مدد پر نہ آگئی ہو، یا کم از کم دوستانہ غیر جانبداری کا رویہ اختیار نہ کر چکی ہو، ہراول دستے کو لڑائی کے میدان میں اکیلے اتار دینا ۔۔۔حماقت ہی نہیں بلکہ جرم بھی ہے اور سارے محنت کشوں اور سرمائے کے مظلوم عوام کی اکثریت کو اس راہ پر لانے کے لیے پروپگنڈہ اور ایجی ٹیشن کافی نہیں ہیں بلکہ اس کے لیے خود عوام کو ذاتی تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ تمام بڑے بڑے انقلابوں کا بنیادی قانون یہی ہے جس کی تصدیق روس میں ہی نہیں بلکہ جرمنی میں بھی حیرت انگیز قوت اور وضاحت سے ہو چکی ہے۔ روس کے غیر مہذب، ان پڑھ عوام کے لیے ہی نہیں بلکہ جرمنی کے اعلی تہذیب یافتہ اور پڑھے لکھے عوام کے لیے بھی یہ ضروری تھا کہ خود اپنے تلخ تجربے سے دوسری انٹرنیشنل کے سورماؤں کی انتہائی نامردی اور بے استقلالی کو، سرمایہ داروں کے سامنے ان کی بے بسی اور کفش برداری کو، اوران کی حکومتوں کے کمینے پن کو دیکھ لیں۔ یہ سمجھ لیں کہ کمیونزم کی طرف مضبوطی سے بڑھنے کے لیے مزدور طبقے کی آمریت قطعی لازم ہے ورنہ پھر انتہائی رجعت پسندوں، روس میں کورنیلوف[25] اور جرمنی میں کیپ اور اس کے ساتھیوں کی آمریت ہی ایک راہ باقی رہے گی۔"

دوسری شرط: ایک خاص موقعے پر اس خاص کڑی کو ڈھونڈ نکالنا جس کی گرفت سے ساری زنجیر ہاتھ میں آجائے گی اور ہم تدبیری کامیابی کے لیے حالات پیدا کر سکیں گے۔ خاص بات یہاں یہ ہے کہ پارٹی کے سامنے جتنے مسائل درپیش ہیں ان میں اس خاص اور فوری مسئلے کو چن لینا چاہیے جسے حل کرنے سے تمام دوسرے مسائل حل ہو جائیں گے۔

اس اصول کی اہمیت کی تشریح دو مثالوں سے بخوبی ہو سکتی ہے جن میں سے ایک بہت پہلے (پارٹی کے بننے کے زمانے) کی ہے اور دوسری حال کی (نئی اقتصادی پالیسی (نیپ)[26] کے زمانے کی) ہے۔

پارٹی کی تشکیل کے زمانے میں جب بے شمار دائرے اور ادارے آپس میں منسلک نہیں کیے گئے تھے، جب شوقیہ پن اور مفاہمت پارٹی کو اندر ہی اندر کھوکھلا کر رہی تھی، جب نظری الجھنیں پارٹی کی اندرونی زندگی کی ممتاز خصوصیت تھیں اس وقت کڑیوں کے سلسلے میں سب سے اہم کڑی، فرائض کے سلسلے میں سب سے اہم فریضہ ایک کل روسی غیر قانونی اخبار کا اجراء تھا۔ کیوں؟ اس لیے کہ ایک کل روسی غیر قانونی اخبار کے ذریعے ہی یہ ممکن ہو سکتا تھا کہ پارٹی کی ٹھوس بنیاد قائم کی جائے، جو بے شمار دائروں اور اداروں کو ایک رشتے میں منسلک کر سکے، نظری اور ترکیبی اتحاد کے حالات پیدا کر سکے، اور اس طرح ایک سچی پارٹی کی بنیاد ڈال سکے۔

جنگ اور معاشی تعمیر کے درمیان کے عبوری دور میں صنعت برباد حال تھی اور زراعت شہری مصنوعات کی کمی سے تباہ تھی، سرکاری صنعت اور کسان معیشت میں تعلق قائم کرنا سوشلسٹ تعمیر کی بنیادی شرط بن گیا۔ اس دور میں یہ حقیقت ظاہر ہوئی کہ تمام سلسلوں کی اہم ترین کڑی، تمام کاموں میں اہم ترین کام، تجارت کو فروغ دینا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ نئی اقتصادی پالیسی کے حالات میں شہری صنعت اور دیہی معیشت میں صرف تجارت کے ذریعے تعلق قائم کیا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ نئی اقتصادی پالیسی کے حالات میں فروخت کے بغیر پیداوار، صنعت کے لیے مہلک تھی، کیونکہ تجارت کو فروغ دینے سے ہی فروخت میں اضافہ ہوتا، اور فروخت میں اضافہ ہونے سے صنعت ترقی کر سکتی تھی اور تجارت کے شعبے میں اپنی پوزیشن کو مستحکم کر لینے کے بعد، تجارت پر قابو حاصل کر لینے کے بعد، اس کڑی کو پا جانے کے بعد ہی صنعت کو کسانوں کے بازار سے

منسلک ہونے کی امید ہو سکتی تھی اور کامیابی کے ساتھ دوسرے فوری کام پورے کیے جا سکتے تھے اوراس طرح سوشلسٹ معیشت کی بنیاد رکھنے کے حالات پیدا کیے جا سکتے تھے۔

لینن کہتا ہے: "انقلابی ہونا اور سوشلزم سے وابستگی رکھنا یا عام حیثیت سے کمیونسٹ ہونا کافی نہیں ہے۔ آدمی میں یہ قدرت ہونی چاہیے کہ ہر مخصوص موقع پر اس کڑی کو ڈھونڈ نکالے جس کو پوری قوت سے تھامنا ہو گا تاکہ ساری زنجیر ہاتھ میں آجائے اور اگلی کڑی تک پہنچنے کے لیے استقلال کے ساتھ تیاری کی جاسکے۔"۔۔"موجودہ ریاست کے نظم (نگرانی) کے حالات میں ملکی تجارت کو فروغ دینا ہے یہ کڑی ہے۔ تجارت ہی واقعات کے تاریخی تسلسل کی، 22-1921ء میں ہماری سوشلسٹ تعمیر کی بدلتی ہوئی صورتوں کی، وہ کڑی ہے جسے ہمیں۔۔۔اپنی پوری قوت سے تھامنا ہو گا۔" (لینن، منتخبات، نویں جلد، صفحات 99-298)

یہ ہیں وہ حالات جو درست ترکیبی رہنمائی کی ضمانت ہیں۔

6۔اصلاح پسندی اور انقلاب پسندی: انقلابی ترکیبوں اور اصلاحی ترکیبوں میں کیا فرق ہے؟ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ لینن ازم اصلاحات کا مخالف ہے، عام طور پور سمجھوتوں اور مصالحتوں کا مخالف ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ اور لوگوں کی طرح بالشویک بھی یہ جانتے ہیں کہ ایک خاص مفہوم میں "چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی مدد ملتی ہے۔" اور یہ کہ بعض مخصوص حالات میں بالعموم اصلاحات اور سمجھوتے اور بالخصوص مصالحتیں ضروری اور مفید ثابت ہوتی ہیں۔

لینن کہتا ہے: "بین الاقوامی سرمایہ داروں کے خاتمے کے لیے جنگ کرنا، جو ریاستوں کی معمولی، باہمی جنگوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل، طویل اور پیچیدہ جنگ ہے اور جوڑ توڑ کرنے، اپنے دشمنوں کے آپس کے (عارضی ہی سہی) تضاد سے فائدہ اٹھانے، ممکنہ ساتھیوں (چاہے وہ کتنے ہی عارضی، ناقابلِ اعتبار، ڈانواڈول اور مشروط کیوں نہ ہوں) سے مل کر کام چلانے اور سمجھوتہ کرنے

سے انکار کر دینا، کیا یہ انتہائی مضحکہ خیز بات نہیں ہے؟ کیا یہ ویسی ہی بات نہیں ہے کہ ایک نامعلوم اور دشوار گزار پہاڑ پر چڑھتے ہوئے ہم پہلے ہی سے یہ طے کر لیں کہ ہم کبھی ٹیڑھے میڑھے راستے پر نہیں چلیں گے، قدم کبھی پیچھے نہیں ہٹائیں گے، جس راستے پر چل رہے ہیں، اسے چھوڑ کر دوسرا راستہ نہیں آزمائیں گے؟" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، صفحہ 111)۔

اس لیے ظاہر ہے کہ اصل سوال اصلاحات یا سمجھوتہ اور صلح کرنے کا نہیں بلکہ اس بات کا ہے کہ لوگ اصلاحات یا سمجھوتے سے کیا کام لیتے ہیں۔

ایک اصلاح پسند کے لیے اصلاحات ہی سب کچھ ہیں۔ اور انقلابی کام محض ایک اتفاقی امر ہے، بحث مباحثہ اور اشک شوئی کی چیز ہے۔ اس لیے سرمایہ داروں کے نظام میں اصلاحی ترکیب، اصلاحات کو ایک ایسا حربہ بنا دیتی ہے جس سے وہ نظام مستحکم ہوتا ہے اور انقلاب میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔

ایک انقلابی کے لیے، اس کے برعکس، سب سے اہم چیز اصلاحات نہیں بلکہ انقلابی کام ہے۔ اس کے نزدیک اصلاحات انقلاب کی ضمنی پیداوار ہیں۔ اسی لیے سرمایہ داروں کے عہد میں انقلابی ترکیب اصلاحات کو ایک ایسا حربہ بنا دیتی ہے جس سے اس نظام میں خلل پیدا ہوتا ہے اور انقلاب مستحکم ہوتا ہے۔ وہ انقلابی تحریک کو آگے لے جانے کی بنیاد بن جاتی ہے۔

ایک انقلابی اصلاحات کو اس لیے قبول کرتا ہے کہ اس کی مدد سے قانونی کام اور غیر قانونی کام کو منسلک کر سکے اور اس کے پردے میں سرمایہ داری کا خاتمہ کرنے کے لیے عوام کی انقلابی تیاری کے غیر قانونی کام کو تیز کر سکے۔

اصلاحات اور سمجھوتوں سے سامراجی حالات میں انقلابی کام لینے کا مطلب یہی ہے۔

اس کے بر عکس اصلاح پسند آدمی غیر قانونی کام سے دست بردار ہونے، عوام کی انقلابی تیاری میں رخنہ پیدا کرنے اور "بخشی گئی" اصلاحات کے سائے میں آرام کرنے کے لیے اصلاحات کو قبول کرتا ہے۔

اصلاحی ترکیبوں کا مطلب یہی ہے۔

سامراجی حالات میں اصلاحات اور مصالحت کی صورت یہی ہے۔

لیکن سامراجیت کے خاتمے کے بعد مزدور طبقے کی آمریت کے تحت صورت کسی قدر بدل جاتی ہے۔ بعض حالات میں، ایک مخصوص صورتحال میں مزدور ریاست عارضی طور پر انقلابی تعمیرِ نو کا راستہ ترک کرنے اور موجودہ نظام کو بتدریک تبدیل کرنے کا راستہ اختیار کرنے پر، لینن کے الفاظ میں (جو اس کے مشہور مقالے "سونے کی اہمیت" میں شائع ہوئے تھے) "اصلاحی راستہ" اختیار کرنے پر، چکر لگا کر منزل تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہو سکتی ہے تاکہ غیر مزدور طبقوں کو اصلاحات اور مراعات دے کر ان طبقوں کو منشتر کر سکے، اور انقلاب کو دم لینے کی، قوت حاصل کرنے کی اور ایک نئے حملے کے لیے حالات ساز گار بنانے کی مہلت ملے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک حیثیت سے یہ اصلاحی راستہ ہے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ اس میں ایک بنیادی فرق موجود ہے جو اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اس صورت میں یہ اصلاحات مزدور حکومت صادر کرتی ہے۔ اس سے مزدور اقتدار کو تقویت پہنچتی ہے، اس سے اس کو ضروری مہلت مل جاتی ہے، اس کا مقصد انقلاب کو نہیں بلکہ غیر مزدور طبقوں کو منتشر کرنا ہے۔

ان حالات میں اصلاح ب اپنے تضاد میں بدل جاتی ہے۔

مزدور حکومت کے پاس ایسی پالیسی اختیار کرنے کا موقع ہے اس لیے اور صرف اسی لیے کہ پچھلے دور میں انقلاب کا دھارا کافی چوڑا تھا، اور اس لیے اس میں پیچھے ہٹنے کی کافی گنجائش ہے، اس بات کا

موقع ہے کہ حملے کی ترکیب کو چھوڑ کر عارضی طور پر پیچھے ہٹنے کی ترکیب سے، چکر کاٹ کر آگے بڑھنے کی ترکیب اختیار کی جائے۔

غرض یہ کہ اصلاحات، سرمایہ داری نظام میں انقلاب کی ضمنی پیداوار تھیں۔ آج، مزدور طبقے کی آمریت میں، اصلاحات کا سرچشمہ مزدور طبقے کی انقلابی کامیابیاں ہیں، وہ فائدے ہیں جو ان کامیابیوں سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ محفوظ طاقت ہے جو مزدور طبقے کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔

لینن کہتا ہے: "صرف مارکسزم نے ہی اصلاحات اور انقلاب کے تعلق کی صحیح اور واضح تشریح کی ہے۔ تاہم مارکس نے اس تعلق کو ایک ہی پہلو سے، یعنی مزدور انقلاب کی فتح سے پہلے کی حالت میں دیکھا تھا۔ یہ فتح چاہے ایک ملک میں ہی کیوں نہ ہو مگر بہت حد تک مستقل اور پائیدار ہے۔ ان حالات میں مناسب تعلق کی بنیاد یہ تھی: اصلاحات مزدوروں کی انقلابی اور طبقاتی جدوجہد کی ضمنی پیداوار ہیں۔ مزدور طبقے کی فتح کے بعد، خواہ یہ فتح ایک ہی ملک میں کیوں نہ محدود ہو، اصلاحات اور انقلاب کے تعلق میں ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اصولاً یہ وہی چیز ہے جو پہلے تھی لیکن شکل میں تبدیلی آگئی ہے جسے خود مارکس اس وقت دیکھنے سے قاصر تھا مگر جس کا احساس صرف مارکس کے فلسفے اور سیاست کی بنیاد پر ہی کیا جا سکتا ہے۔۔۔ فتح کے بعد وہ (یعنی اصلاحات جن کی حیثیت بین الاقوامی پیمانے پر اب بھی ضمنی پیداوار کی ہے) اس ملک کے لیے جہاں فتح ہو چکی ہے، ان حالات میں ایک ضروری اور جائز مہلت کی صورت اختیار کر لیتی ہیں کیونکہ سخت محنت اور مشقت کے بعد یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ کسی تبدیلی کی انقلابی تکمیل کے لیے کافی طاقت موجود نہیں ہے۔ فتح سے "طاقت کا ایک مخزن" پیدا ہو جاتا ہے جس سے آدمی پیچھے ہٹنے میں سہارا لے سکتا ہے، مادی اور اخلاقی دونوں قوتیں حاصل کر سکتا ہے۔" (لینن، منتخبات، نویں جلد، صفحہ 2-201)۔

8۔پارٹی

انقلاب سے پہلے کم و بیش پر امن نشوونما کے دور میں دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں کو مزدور طبقے کی تحریک میں غلبہ حاسل تھا اور لوگ سمجھتے تھے کہ جدوجہد کا پارلیمانی طریقہ ہی سب کچھ ہے۔ اس وقت پارٹی کی اتنی زبردست اور فیصلہ کن طاقت نہیں تھی اور نہ ہو سکتی تھی جو اسے آگے چل کر کھلی انقلابی لڑائی کے حالات میں حاصل ہوئی۔ دوسری انٹرنیشنل پر جو اعتراضات ہوئے ہیں ان کا جواب دیتے ہوئے کاؤتسکی کہتا ہے کہ دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیاں جنگ کا نہیں امن کا آلہ ہیں اور اسی وجہ سے جنگ کے زمانے میں کوئی مؤثر کارروائی کرنا ان کے اختیار سے باہر تھا۔ یہ بالکل صیحح ہے۔ لیکن اس کے معنی کیا ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیاں مزدور طبقے کی انقلابی جدوجہد کے لائق نہیں ہیں، وہ مزدور طبقے کی لڑنے والی پارٹیاں نہیں ہیں جو اقتدار حاصل کرنے میں مزدوروں کی رہنمائی کر سکیں۔ وہ الیکشن لڑنے کی مشین ہیں جو پارلیمانی انتخابات اور پارلیمانی جدوجہد کے لیے موزوں ہے۔ اس سے درحقیقت یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جن دنوں میں دوسری انٹرنیشنل کے موقع پرستوں کا غلبہ تھا اس وقت مزدور طبقے کا اصلی سیاسی ادارہ پارٹی نہیں بلکہ اس کا پارلیمانی گروہ تھا۔ لوگوں کو معلوم ہے کہ پارٹی اس وقت اصل میں پارلیمانی گروہ کا دم چھلا تھی، اور اسی کے تابع تھی۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ ان حالات میں اور ایسی پارٹی کی رہنمائی میں مزدور طبقے کو انقلاب کے لیے تیار کرنے کا کوئی سوال نہیں ہو سکتا تھا۔

لیکن نئے دور کی ابتداء کے ساتھ حالات میں بنیادی تبدیلی آچکی ہے۔ نیا دور طبقات کے کھلے تصادم کا دور ہے، مزدور طبقے کے انقلابی عمل کا، مزدور انقلاب کا دور ہے جبکہ سامراجیت کا خاتمہ کرنے اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لیے مزدور طبقے کی قوتیں براہِ راست جمع کی جانے لگی ہیں۔ اس دور میں مزدور طبقے کے سامنے نئے کام ہیں۔ پارٹی کے تمام کاموں کی نئی انقلابی راہ پر از سرِ نو تنظیم

کرنی ہے۔ اقتدار حاصل کرنے کی انقلابی جدوجہد کی روشنی میں مزدوروں کی تعلیم و تربیت کرنی ہے۔ معاون قوتوں کو تیار کرنا اور حرکت میں لانا ہے۔ ہمسایہ ملکوں کے مزدور طبقوں سے اتحاد قائم کرنا ہے۔ محکوم اور ماتحت ملکوں کی تحریکِ آزادی کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ سمجھنا کہ پرانی سوشل ڈیموکریٹک پارٹیاں جن کی پرورش پارلیمانیت کے پرامن حالات میں ہوئی ہے، ان نئے فرائض کو انجام دے سکیں گی، یہ خود کو ناامیدی اور مایوسی کے غار میں گرادینا ہے اور یقینی شکست کا راستہ اپنالینا ہے۔ کاندھے پر ان کاموں کا بوجھ لے کر اگر مزدور طبقہ پرانی پارٹیوں کی رہنمائی میں کھڑا رہا تو وہ نہتا رہ جائے گا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مزدور طبقہ یہ صورتحال کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

اس لیے ایک نئی پارٹی کی، ایک لڑنے والی، انقلابی پارٹی کی، ضرورت ہوئی جو اتنی دلیر ہو کہ اقتدار کی جدوجہد میں مزدوروں کی رہنمائی کر سکے، جو اتنی تجربہ کار ہو کہ انقلابی صورتحال کی چیدہ حالتوں میں ہوش و حواس قائم رکھ سکے اور اتنی لچک دار ہو کہ منزلِ مقصود کے راستے میں تمام پوشیدہ چٹانوں سے بچ کر نکل سکے۔

ایک ایسی پارٹی کے بغیر سامراج کا خاتمہ کرنے اور مزدور طبقے کی آمریت قائم کرنے کا خیال بھی بیکار ہے۔

یہ نئی پارٹی لینن ازم کی پارٹی ہے۔

اس نئی پارٹی کی ممتاز خصوصیات کیا ہیں؟

1۔ **پارٹی مزدور طبقے کا ہراول دستہ ہے۔** پارٹی کو سب سے پہلے مزدور طبقے کا ہراول ہونا چاہیے۔ پارٹی کو مزدور طبقے کے تمام بہترین عناصر کو، ان کے تجربے، ان کے انقلابی جوش و خروش اور مزدور طبقے کے نصب العین کے لیے ان کے ایثار اور خلوص کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہیے۔

لیکن صحیح معنی میں ہر اول بننے کے لیے، پارٹی کو انقلابی نظریے سے مسلح ہونا چاہیے، اسے حرکت کے قوانین کا، انقلاب کے قوانین کا علم ہونا چاہیے۔ یہ نہ ہوا تو وہ مزدور طبقے کی جدوجہد کی راہ نہ بنا سکے گی، مزدور طبقے کی رہنمائی نہ کر سکے گی۔ اگر پارٹی نے مزدور طبقے کے احساسات اور خیالات کو اپنی بیاض میں درج کر لینے پر اکتفا کیا، اگر وہ خودرو تحریک کے نقشِ قدم پر چلتی رہی، اگر وہ خودرو تحریک کے جمود اور اس کی سیاسی بے پرواہی پر غالب نہ آسکی، اگر وہ مزدور طبقے کے وقتی مفاد سے بلند نہ ہو سکی اور اگر وہ عوام کو مزدوروں کے طبقاتی مفاد کی بلندی تک نہ لا سکی تو وہ صحیح معنی میں پارٹی نہیں بن سکتی۔ پارٹی کو مزدور طبقے کے آگے آگے رہنا چاہیے، اسے مزدور طبقے سے زیادہ دور اندیش ہونا چاہیے، اسے مزدور طبقے کی رہنمائی کرنا چاہیے، خودرو تحریک کے نقشِ قدم پر نہیں چلنا چاہیے۔ دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیاں جو "تقلیدیت" کی تلقین کرتی ہیں، سرمایہ دار پالیسی کا آلۂ کار ہیں جو مزدور طبقے کو سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنا دیتی ہے۔ جو پارٹی مزدور طبقے کے ہر اول کی حیثیت اختیار کرتی ہے، جو عوام کو مزدوروں کے طبقاتی مفاد کی بلندی تک لے جانے کی قدرت رکھتی ہے، صرف وہی پارٹی مزدور طبقے کو ٹریڈ یونین ازم کی راہ سے ہٹا سکتی ہے، اور اس کو ایک آزاد سیاسی طاقت بنا سکتی ہے۔ پارٹی مزدور طبقے کی سیاسی رہنما ہے۔

میں مزدور طبقے کی جدوجہد کی دشواریوں کا، جدوجہد کے پیچیدہ حالات کا، تدبیر اور ترکیب کا، حملہ کرنے اور پیچھے ہٹنے کا ذکر کر آیا ہوں۔ جنگ کے حالات سے یہ حالتیں اگر زیادہ نہیں تو کم پیچیدہ بھی نہیں ہیں۔ ان حالات میں اپنے ہوش و حواس کون بچا کر رکھ سکتا ہے، کڑوڑوں مزدوروں کو صحیح راستہ دکھا سکتا ہے؟ جنگ کی حالت میں جو فوج شکست نہیں کھانا چاہتی وہ اپنی مرکزی کمانڈ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ کیا یہ ظاہر نہیں ہے کہ مزدور طبقہ اگر اپنے خونی دشمنوں کا لقمہ نہیں بننا چاہتا تو اس کے لیے ایک مرکزی کمانڈ سے بے نیاز ہونے کی گنجائش اور بھی کم ہے۔ لیکن یہ

مرکزی کمانڈ ہے کہاں؟ مزدور طبقے کی انقلابی پارٹی ہی اس مرکزی کمانڈ کا کام کر سکتی ہے۔ انقلابی پارٹی کے بغیر مزدور طبقے کی حالت وہی ہے جو ایک بے سالار فوج کی ہوتی ہے۔ پارٹی مزدور طبقے کی مرکزی کمان ہے۔

لیکن پارٹی صرف ہراول دستہ بن کر نہیں رہ سکتی۔ اسے اپنے طبقے کا ایک دستہ، اس کا ایک عضو بھی بننا ہو گا۔ ہراول اور مزدور طبقے کی بڑی جماعت کا امتیاز، پارٹی ممبروں اور غیر پارٹی عوام کا امتیاز، اس وقت تک نہیں ختم ہو سکتا جب تک طبقوں کا وجود باقی ہے۔ جب تک مزدور طبقے میں دوسرے طبقوں سے آنے والوں کا سلسلہ جاری رہے گا، جب تک مجموعی طور پر سارے مزدور طبقے کے ہراول کی سطح تک پہنچنے کا امکان پیدا نہیں ہو جائے گا، اس وقت تک یہ امتیاز باقی رہے گا۔ لیکن اگر یہ امتیاز بڑھ کر خلیج بن جائے، اگر پارٹی اپنے آپ کو ایک ادارے میں بند کر لے اور غیر پارٹی عوام سے اس کا ناتہ ٹوٹ جائے تو وہ پارٹی پارٹی نہیں رہے گی۔ اگر پارٹی، غیر پارٹی عوام سے ملی ہوئی نہ ہو، اگر دونوں میں تعلق نہ ہو، اگر یہ عوام پارٹی کی رہنمائی قبول نہ کریں، اگر عوام میں پارٹی کا کوئی اخلاقی اور سیاسی اثر نہ ہو تو پارٹی، طبقے کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔ ابھی حال میں عام مزدوروں میں سے دو لاکھ نئے ممبر ہماری پارٹی میں لیے گئے تھے۔ اس میں خاص بات یہ ہے کہ یہ لوگ صرف آپ ہی آپ پارٹی میں نہیں آئے تھے۔ انہیں غیر پارٹی مزدوروں کی بڑی تعداد نے بھیجا تھا جنہوں نے ان نئے ممبروں کی شمولیت میں عملی حصہ لیا تھا اور جن کی منظوری کے بغیر ایک بھی نیا ممبر نہیں لیا گیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر پارٹی مزدوروں کے کثیر عوام ہماری پارٹی کو اپنی پارٹی تصور کرتے ہیں۔ اسے ایسی پارٹی تصور کرتے ہیں جو ان کو بہت عزیز ہے اور جس کی توسیع اور استحکام میں وہ خاص دلچسپی لیتے ہیں اور جس کی رہنمائی میں انہوں نے خود اپنی خوشی سے اپنی تقدیر سونپ دی ہے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان غیر مرئی (نظر نہ

آنے والے) اخلاقی رشتوں کے بغیر، جو پارٹی کو غیر پارٹی عوام سے متحد کرتے ہیں، پارٹی اپنے طبقے کی فیصلہ کن طاقت نہیں بن سکتی تھی۔ پارٹی مزدور طبقے کا ایک نہ ٹوٹنے والا جزو ہے۔

لینن کہتا ہے: ہم ایک طبقے کی پارٹی ہیں۔ اور اس لیے تقریبا سارے طبقے (اور جنگ اور خانہ جنگی کے دنوں میں ہمارے طبقے) کو ہماری پارٹی کی رہنمائی میں عمل کرنا چاہیے۔ اسے ہماری پارٹی سے جتنا زیادہ ہو سکتے وابستہ ہونا چاہیے۔ لیکن یہ سوچنا "منیلوفیت"[11] اور "تقلیدیت" کی علامت ہے کہ سرمایہ داری کے تحت کسی وقت بھی سارا طبقہ یا تقریبا سارا طبقہ اپنے ہراول، اپنی سوشلسٹ پارٹی کے منشور اور عمل کی بلندی تک پہنچ سکے گا۔ کسی باشعور سوشلسٹ کو اس میں کبھی شبہ نہیں ہوا کہ سرمایہ داری کے تحت ٹریڈ یونینوں کی تنظیمیں بھی (جو زیادہ ابتدائی ہیں اور پسماندہ عوام کے لیے زیادہ آسان فہم ہیں) سارے یا تقریبا سارے مزدور طبقے کو شامل نہیں کر سکی ہیں۔ ہراول اور اس کی طرف بڑھنے والے تمام عوام کے امتیاز کو فراموش کر جانا، یہ بھول جانا کہ زیادہ سے زیادہ عوام کو اپنی سطح کی بلندی تک لانا ہراول کا مستقل فرض ہے، دراصل اپنے آپ کو دھوکہ دینا ہے، اپنے فریضوں کی وسعت سے آنکھیں بند کر لینا ہے، اور ان کو محدود کر دینا ہے۔" (لینن، تصانیف، روسی ایڈیشن، چھٹی جلد، صفحات 6-205۔)

<u>2۔ پارٹی مزدور طبقے کا منظم دستہ ہے۔</u> پارٹی مزدور طبقے کا صرف ہراول دستہ نہیں ہے۔ اگر وہ فی الواقعی اپنے طبقے کی جدوجہد کی رہنمائی کرنا چاہتی ہے تو اسے اپنے طبقے کا منظم دستہ بھی ہونا چاہیے۔ سرمایہ داری کے حالات میں پارٹی کے کام نہایت اہم اور کئی قسم کے ہیں۔ پارٹی کو اندرونی اور بیرونی نشوونما کے نہایت مشکل حالات میں مزدور طبقے کی جدوجہد کی رہنمائی کرنی ہے۔ جب صورتحال حملے کا تقاضا کرے تو اسے حملہ کرنے میں مزدوروں کی رہنمائی کرنی ہے۔ جب دشمن

---

[11] تنگ خیال خود فریبی۔ یہ لفظ منی لوف کے نام سے منسوب ہے جو گوگول کے ناول مردہ روحوں کا ایک کردار ہے۔

کی ضرب سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹنے کی ضرورت ہو تو اسے پیچھے ہٹنے میں مزدور طبقے کی رہنمائی کرنی ہے۔ کروڑوں غیر منظم، غیر پارٹی مزدوروں میں ڈسپلن اور نظم و ترتیب کی اور تنظیم اور قوتِ برداشت کی روح پھونک دینی ہے۔ لیکن پارٹی ان فرائض کو اسی صورت میں پورا کر سکتی ہے جب وہ خود ڈسپلن اور تنظیم کا زندہ نمونہ ہو، جب وہ خود مزدور طبقے کا منظم دستہ ہو۔ ان امور کی انجام دہی کے بغیر پارٹی کے لیے کروڑوں مزدوروں کی رہنمائی کرنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ پارٹی مزدور طبقے کا منظم دستہ ہے۔

پارٹی کے قواعد و ضوابط کے پہلے پیراگراف ہی میں جسے لینن نے مرتب کیا تھا، پارٹی کے ایک کامل نظام ہونے کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ اس کی رو سے پارٹی اپنے تنظیمی اداروں کا مجموعہ ہے اور پارٹی کارکن ان اداروں میں سے کسی ایک کا ممبر ہے۔ منشویکوں نے 1903ء میں ہی اس اصول کی مخالفت کی تھی۔ اس کے بجائے وہ ایک اور "نظام" جاری کرنا چاہتے تھے کہ لوگ خود آکر پارٹی میں اپنا نام درج کرائیں۔ وہ ایک ایسا "نظام" تھا جس کی رو سے ہر "پروفیسر" اور "ہائی اسکول کے ہر طالبِ علم کو"، ہر "ہمدرد" اور ہر "ہڑتال کرنے والے" جو کسی صورت میں بھی پارٹی کی حمایت کرتا ہے مگر پارٹی تنظیموں میں شامل نہیں ہوتا اور نہ اس کا ارادہ رکھتا ہے، پارٹی ممبر کا "خطاب" عطا کر دینا چاہیے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ اگر اس یکتا "نظام" نے پارٹی میں گھر کر لیا ہوتا تو پارٹی پروفیسروں اور اسکولوں کے طلباء کے سیلاب میں غرق ہو جاتی، وہ ایک ڈھیلی ڈھالی، بے ہنگم، غیر منظم "چیز" ہو کر "ہمدردوں" کے سمندر میں ڈوب جاتی۔ پارٹی اور طبقے کا امتیاز مٹ جاتا، اور غیر منظم عوام کو ہراول کی سطح تک بلند کرنے کا کام خاک میں مل جاتا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایسے موقع پسند "نظام" کے تحت ہماری پارٹی انقلاب کے دوران میں مزدور طبقے کے تنظیمی مرکز کی خدمت انجام دینے سے معذور ہوتی۔

لینن کہتا ہے: "مارتوف کے نکتہ نظر کے مطابق پارٹی کی حدبندی کی لکیر بالکل واضح نہیں ہوتی کیونکہ ہر ہڑتال کرنے والا اپنے پارٹی ممبر ہونے کا اعلان کر سکتا ہے۔ اس ڈھیلے پن سے فائدہ کیا ہے؟ وسیع پیمانے پر 'خطاب' کو تقسیم کرنا؟ اس کا نقصان یہ ہے کہ طبقے اور پارٹی کو غلطی سے ایک سمجھ کر پارٹی کو توڑ دینے کے خیال کی بنیاد پڑتی ہے۔" (لینن، تصانیف، روسی ایڈیشن، چھٹی جلد، ص211۔)

لیکن پارٹی، پارٹی کی تنظیموں (اداروں) کا صرف مجموعہ نہیں ہے۔ پارٹی ان تنظیموں کا واحد نظام ہے، ایک کامل نظام میں ان کا باضابطہ اتحاد ہے، جس میں رہنمائی کے اعلی اور ادنی ادارے موجود ہیں؛ جس میں اقلیت اکثریت کے تابع ہے؛ جس کے عملی فیصلوں کی پابندی پارٹی کے تمام ممبروں پر عاید ہوتی ہے۔ ان باتوں کے بغیر پارٹی ایک منظم اور کام نظام نہیں بن سکتی جو مزدور طبقے کی جدوجہد میں باقاعدہ اور منظم رہنمائی کرنے کی اہل ہو۔

لینن کہتا ہے: "شروع میں ہماری پارٹی باضابطہ طور سے منظم اور کامل نظام نہیں تھی بلکہ الگ الگ گروہوں کا مجموعہ تھی اور اس لیے نظریاتی اثر ڈالنے کے علاوہ ان گروہوں میں کوئی اور تعلق قائم کرنا ممکن نہیں تھا۔ اب ہم ایک منظم پارٹی بن گئے ہیں۔ اور اس کا مطلب ہے کہ اقتدار قائم ہو چکا ہے۔ خیالات کی قوت اقتدار کی قوت میں تبدیل ہو گئی ہے۔ پارٹی کے ادنی ادارے، پارٹی کے اعلی اداروں کے تابع ہیں۔" (ایضا)

اقلیت کا اکثریت کے تابع ہونا، اور ایک مرکز سے پارٹی کی رہنمائی اور ہدایت کرنے کے اصول کی بنا پر ڈانواڈول عناصر اکثر اعتراض کرتے ہیں اور پارٹی کو "دفتریت" اور "رسم پرستی" کا ملزم قرار دیتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ان اصولوں پر اگر سختی سے عمل نہ ہوتا تو ایک کامل نظام کی طرح پارٹی کے کام کی باقاعدگی اور مزدور طبقے کی جدوجہد میں رہنمائی ہرگز ممکن

نہیں ہوتی۔ تنظیمی امور میں لینن ازم کے معنی ان اصولوں پر سختی سے عمل کرنے کے ہیں۔ ان اصولوں کے خلاف آواز اٹھانا لینن کی نظر میں "روسی انکاریت" اور "امیرانہ مزاج" ہے جسے بے نقاب کر کے الگ کر دینا چاہیے۔

اپنی کتاب ایک قدم آگے دو قدم پیچھے میں ان ڈانواڈول عناصر کے بارے میں لینن کہتا ہے: "یہ امیرانہ مزاج خاص طور سے روسی انکاریت پسندوں کی خصوصیت ہے۔ وہ پارٹی تنظیم کو ایک وحشیانہ فیکٹری سمجھتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جزو کو کل کے تابع ہونا، اقلیت کا اکثریت کے تابع ہونا 'غلامی' ہے۔۔۔ وہ مرکزی ہدایت کے مطابق تقسیمِ کار کے خلاف مضحکہ خیز لہجے میں چیخ اٹھتا ہے اور آدمی کے 'کل پرزے' بننے کے خلاف احتجاج کرتا ہے۔ پارٹی کے تنظیمی قاعدوں کا ذکر آنے پر ناک بھوں چڑھا لیتا ہے اور حقارت کے ساتھ کہتا ہے کہ۔۔۔ ان قاعدوں کے بغیر بھی کام اچھی طرح چل سکتا ہے۔۔۔" "میرے خیال میں دفتریت کے خلاف یہ چیخ پکار مرکز کے افراد سے اپنی ناراضگی چھپانے کا ایک پردہ ہے۔ اس کی اہمیت پھوٹی کوڑی کے برابر بھی نہیں۔۔۔ تم دفتریت پسند ہو اس لیے کہ کانگریس نے تم کو میری خواہش کے مطابق نہیں بلکہ اس کے خلاف مقرر کیا ہے۔ تم لکیر کے فقیر ہو کیونکہ تم کانگریس کے فیصلوں کی بنا پر کام کرتے ہو اس لیے نہیں کہ تمھیں پارٹی کانگریس کی "میکانیکی" اکثریت سے اختیار ملا ہے اور تم میری رائے دریافت نہیں کرتے ہو۔ تم مطلق العنان ہو اس لیے کہ تم پرانی ٹولی[12] کے ہاتھ میں اختیار نہیں سونپنا چاہتے۔"
(لینن، تصانیف، روسی ایڈیشن، دوسری جلد، ص287، 310)

---

[12] پرانی ٹولی سے مراد ایکسلروڈ، مارتوف، پوترسیف وغیرہ ہیں جو پارٹی کی دوسری کانگریس کے فیصلوں کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے اور لینن پر "دفتریت پسندی" کا الزام لگاتے تھے۔

3۔ پارٹی مزدور طبقے کی طبقاتی تنظیم کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔ پارٹی مزدور طبقے کا منظم دستہ ہے۔ لیکن پارٹی ہی مزدور طبقے کا واحد ادارہ نہیں ہے۔ مزدور طبقے کے اور بھی متعدد ادارے ہیں جن کے بغیر وہ سرمائے کے خلاف کامیابی سے جدوجہد نہیں کر سکتا۔ مثلاً ٹریڈ یونین، انجمنِ امداد باہمی (کوآپریٹوز)، فیکٹری اور مل کمیٹیاں، پارلیمانی گروہ، غیر پارٹی عورتوں کی انجمنیں، پریس، تہذیبی اور تعلیمی ادارے، نوجوان اور یونینیں (اور کھلے انقلابی عمل کے زمانے میں) انقلابی لڑنے والی جماعتیں، (اور جب مزدور طبقہ برسرِ اقتدار آجائے تو) نمائندوں کی سوویت کو ریاستی نظام کی شکل ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے اکثر غیر پارٹی ادارے ہیں اور صرف چند پارٹی سے براہِ راست وابستہ ہیں، یا اس کی شاخیں ہیں۔ خاص حالات میں مزدور طبقے کے لیے یہ تمام تنظیمیں بے حد ضروری ہوتی ہیں کیونکہ ان کے بغیر جدوجہد کے مختلف حلقوں میں مزدوروں کی طبقاتی حیثیت کو مستحکم کرنا، ناممکن ہے۔ ان کے بغیر مزدوروں کو ایسی فولادی قوت بنا دینا ناممکن ہے جس کی زندگی کا مقصد سرمایہ داری نظام کو ہٹا کر سوشلسٹ نظام قائم کرنا ہے۔ لیکن تنظیموں کی اس کثرت میں واحد رہنمائی کا حق کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟ اس کی کیا ضمانت ہے کہ تنظیموں کی اس کثرت سے رہنمائی میں انتشار اور اختلاف پیدا نہیں ہوگا؟ کہا جا سکتا ہے کہ ہر تنظیم اپنے خاص حلقے میں کام کرتی ہے، اس لیے ایک دوسرے کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہیں ہوگی۔ یہ بے شک صحیح ہے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ان تمام تنظیموں کو ایک ہی راہ پر کام کرنا ہے، کیونکہ وہ ایک ہی طبقے کی، مزدوروں کے طبقے کی خدمت کرتی ہیں۔ تب سوال پیدا ہوتا ہے: راہ کا فیصلہ کون کرے گا؟ وہ سمت کون متعین کرے گا جس کی بنیاد پر یہ تمام تنظیمیں کام کریں؟ وہ مرکزی تنظیم کہاں ہے جو اپنے تجربے کی بنا پر نہ صرف ایک ایسی راہ کا تعین کر سکے، بلکہ اتنا اثر اور رسوخ رکھتی ہو کہ ان تمام تنظیموں کو

اس راہ پر چلنے کے لیے آمادہ کر سکے، تا کہ رہنمائی میں اتحاد پیدا ہو اور متضاد مقاصد کے لیے کام کرنے کا امکان باقی نہ رہے؟

یہ تنظیم مزدور طبقے کی پارٹی ہے۔

پارٹی کو وہ تمام اوصاف حاصل ہیں جن کی اس کے لیے ضرورت ہے۔ کیونکہ اولا وہ ایک ایسا مرکز ہے جس پر مزدور طبقے کے بہترین عناصر جمع ہوتے ہیں۔ مزدور طبقے کی غیر پارٹی تنظیموں سے ان کا براہِ راست تعلق ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں وہی اس کی رہنمائی کرتے ہیں۔ دوئم، پارٹی چونکہ مزدور طبقے کے بہترین افراد کے اجتماع کا مرکز ہے اس لیے وہ مزدور طبقے کے رہنماؤں کی تربیت کا بہترین اسکول ہے جو اپنے طبقے کی ہر قسم کی تنظیم کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ تیسرے، پارٹی چونکہ مزدور طبقے کے رہنماؤں کی تربیت کا بہترین اسکول ہے اس لیے اپنے تجربے اور اثر کی بنا پر یہی ایک ایسی تنظیم ہے جو مزدور طبقے کی جدوجہد کی رہنمائی کو ایک مرکز پر لا سکتی ہے اور اس طرح مزدور طبقے کی ہر غیر پارٹی تنظیم کو ایک امدادی ادارہ بنا سکتی ہے، انہیں ایک ایسا رشتہ بنا سکتی ہے جو پارٹی کو اپنے طبقے سے منسلک رکھ سکے۔ پارٹی مزدور طبقے کی طبقاتی تنظیم کی اعلیٰ ترین شکل ہے۔

اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ مزدور یونین، انجمن امداد باہمی (کوآپریٹو)، وغیرہ باضابطہ طور سے پارٹی کی رہنمائی کے تابع کر دی جائیں۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان تنظیموں میں پارٹی کے جو ممبر شریک ہیں اور جو بلاشک ان میں رسوخ رکھتے ہیں، ان غیر پارٹی تنظیموں کو ہر طرح سے آمادہ کریں کہ وہ اپنے کام میں مزدور طبقے کی پارٹی کے قریب آجائیں اور اپنی مرضی سے اس کی سیاسی ہدایت قبول کریں۔

اسی لیے لینن نے کہا ہے کہ "پارٹی مزدوروں کی طبقاتی انجمن کی اعلیٰ ترین شکل ہے" جس کی رہنمائی مزدور طبقے کی ہر قسم کی تنظیم پر قائم ہونی چاہیے۔ (لینن، منتخبات، نویں جلد، ص 91)۔

اسی لیے غیر پارٹی تنظیموں کی "آزادی" اور "غیر جانبداری" کا موقع پسند نظریہ جس سے پارلیمان کے آزاد ممبر اور پارٹی سے بے تعلق اخبار نویس اور تنگ نظر مزدور ٹریڈ یونینسٹ اور انجمن امداد باہمی کے تنگ نظر اور جاہل اہل کار پیدا ہوتے ہیں، لینن ازم کے نظریے اور عمل کے بالکل منافی ہے۔

<u>4۔ پارٹی مزدور طبقے کی آمریت کا حربہ ہے۔</u> پارٹی مزدور طبقے کی تنظیم کی اعلی ترین شکل ہے۔ پارٹی مزدوروں کے طبقے کے اندر اور اس طبقے کی تمام تنظیموں میں سب سے زیادہ رہنمائی کرنے والی قوت ہے۔ لیکن اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ پارٹی کو مقصود بالذات یا بذات خود کافی سمجھنا چاہیے۔ پارٹی مزدوروں کی طبقاتی انجمن کی اعلی ترین شکل ہی نہیں ہے بلکہ جہاں مزدور طبقے کی آمریت قائم نہیں ہوئی ہے وہاں اسے قائم کرنے کا اور جہاں قائم ہوچکی ہے وہاں اسے مستحکم کرنے کا مزدور طبقے کے ہاتھوں میں ایک آلہ ہے۔ مزددر طبقے کے سامنے اگر اقتدار کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا، اگر سامراجیت کے حالات میں، جنگ کے خطرے اور بحران کی موجودگی کے پیشِ نظر، مزدور طبقے کی تمام قوتوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی ضرورت نہ ہوتی، اگر سرمایہ داری کا خاتمہ کرنے اور مزدور طبقے کی آمریت قائم کرنے کے لیے انقلابی تحریک کے سارے رشتوں کو ایک مرکز پر اکٹھا کرلینے کی ضرورت نہ ہوتی تو پارٹی کی اہمیت میں ہرگز اتنا اضافہ نہ ہوتا اور نہ مزدور طبقے کی تمام دوسری تنظیموں پر پارٹی اس طرح چھا جاتی۔ مزدور طبقے کو مرکزی کمانڈ کے طور پر پارٹی کی ضرورت ہے تاکہ وہ کامیابی سے اقتدار پر قبضہ کرسکے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایک ایسی پارٹی کے بغیر جو مزدور طبقے کی عوامی تنظیموں کو اپنائے گرد جمع کرسکے، اور جوجہد کے زور پکڑنے کے دوران میں، قیادت کو ایک مرکز پر لاسکے، ایسی پارٹی کے بغیر روس کا مزدور طبقہ اپنی انقلابی آمریت قائم نہیں کرسکتا تھا۔

لیکن مزدور طبقے کی پارٹی کی ضرورت صرف آمریت قائم کرنے کے لیے نہیں ہے۔ آمریت کو برقرار رکھنے کے لیے، اس کے استحکام اور توسیع کے لیے بھی اس کی بہت زیادہ ضرورت ہے تاکہ سوشلزم کو مکمل فتح حاصل ہو سکے۔

لینن کہتا ہے: "آج یقیناً ہر شخص یہ محسوس کر رہا ہے کہ اگر ہماری پارٹی میں سخت ترین اور فولادی ڈسپلن کی پابندی نہ کی گئی ہوتی اور اگر مزدور طبقے کے عوام یعنی اس کے تمام باشعور، ایماندار، ایثار صفت اور ذی اثر عناصر جو پسماندہ عوام کی رہبری کرنے یا اس کو اپنے ساتھ لانے کی اہلیت رکھتے ہیں، پوری طرح اور دل کھول کر اس کی (پارٹی کی) امداد نہ کرتے تو بالشویک اپنے اقتدار کو ڈھائی برس تو کیا ڈھائی مہینے بھی برقرار نہیں رکھ سکتے تھے۔" (لینن۔ منتخبات، دسویں جلد، ص 60۔)

مزدور آمریت کو برقرار رکھنے اور اس کی "توسیع" کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب کروڑوں مزدوروں میں ڈسپلن اور تنظیم کا احساس اور جوش پیدا کرنا ہے۔ اس کا مطلب مزدور عوام میں ایک رشتۂ اتحاد قائم کرنا ہے، ٹٹ پونجیہ عناصر اور ٹٹ پونجیہ عادات کے تباہ کن اثرات کے خلاف ایک دیوار کھڑی کرنی ہے۔ اس کا مطلب ٹٹ پونجیہ طبقوں کو نئی تعلیم دینے اور ان کا نئے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے مزدوروں کے تنظیمی کام میں اضافہ کرنا ہے۔ اس کا مطلب مزدور طبقے کے عوام کی تعلیم میں امداد کرنا ہے تاکہ وہ طبقات کو مٹانے اور سوشلسٹ پیداوار کی تنظیم کے لیے مناسب حالات پیدا کرنے کے لائق بن سکیں لیکن ان تمام امور کو ایک ایسی پارٹی کے بغیر انجام دینا ناممکن ہے جو اپنی یکجہتی اور ڈسپلن کی بنا پر بہت مضبوط ہے۔

"مزدور طبقے کی آمریت" لینن کہتا ہے " پرانے سماج کی قوتوں اور روایات کے خلاف ایک مستقل جدوجہد ہے؛ خون ریز اور بے خون، پر تشدد اور پر امن، فوجی اور معاشی، تعلیمی اور تنظیمی۔ لاکھوں اور کروڑوں انسانوں کی عادتوں کی قوت بلا کی قوت ہوتی ہے۔ ایک ایسی آہنی پارٹی کے

بغیر جو جدوجہد میں پختہ ہو چکی ہو، جسے اپنے طبقے کے تمام ایماندار عناصر کا اعتماد حاصل ہو، اور جو عوام کے مزاج کو پہچانتی اوراس کو متاثر کرتی ہو، ایسی پارٹی کے بغیر اس جدوجہد کو کامیابی سے چلانا ناممکن ہے۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، ص184۔)

مزدور آمریت قائم کرنے اوراس کو برقرار رکھنے کے لیے مزدور طبقے کو پارٹی کی ضرورت ہے۔

پارٹی مزدور طبقے کی آمریت کا حربہ ہے۔

لیکن اس سے یہ لازم آتا ہے کہ جب طبقے ختم ہونے لگیں گے اور مزدور طبقے کی آمریت کا تدریجی زوال شروع ہو جائے گا تو خود پارٹی کا بھی تدریجی زوال ہو گا۔

5۔ پارٹی اتحادِ خیال کی زندہ تصویر ہے۔ اس میں گروہوں کی موجودگی پارٹی کے منافی ہے۔ مزدور آمریت کو قائم کرنا اور برقرار رکھنا ایک ایسی پارٹی کے بغیر ناممکن ہے جس کو اپنے اتحاد اور آہنی ڈسپلن کی قوت حاصل ہو۔ لیکن پارٹی کے تمام ممبروں میں اتحادِ خیال کے بغیر، قطعی اور مکمل اتحادِ عمل کے بغیر، پارٹی میں آہنی ڈسپلن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پارٹی کے اندر بحث مباحثے کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کے برعکس آہنی ڈسپلن پارٹی کے اندر تنقید اور بحث مباحثے کی ممانعت نہیں کرتا بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ ڈسپلن کے معنی ہرگز اندھی تقلید کرنا نہیں ہے۔ اس کے برعکس، آہنی ڈسپلن سمجھ بوجھ کر اوراپنی خوشی سے اطاعت کرنے میں مانع نہیں ہے بلکہ اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ شعوری ڈسپلن ہی صحیح معنی میں آہنی ڈسپلن ہے۔ لیکن جب بحث مباحثہ ختم ہو جائے، جب تنقید تمام ہو چکی ہو اور لوگ کسی فیصلے پر پہنچ گئے ہوں تو اس وقت پارٹی ممبروں میں اتحادِ خیال اور اتحادِ عمل ایک ضروری شرط ہے جس کے بغیر پارٹی کے اتحاد یا پارٹی میں آہنی ڈسپلن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

لینن کہتا ہے: "اس شدید خانہ جنگی کے عہد میں کمیونسٹ پارٹی اپنے فرائض کو اسی صورت میں انجام دے سکتی ہے جب اس کی تنظیم میں پورے طور سے مرکزیت ہو، جبکہ اس میں فوجی قسم کا آہنی ڈسپلن قائم ہو چکا ہو، اور پارٹی کا مرکز ایک طاقتور اور بااختیار ادارہ بن چکا ہو، اسے وسیع اختیارات اور پارٹی کے ممبروں کا کامل اعتماد حاصل ہو۔ (لینن، منتخبات، دسویں جلد، ص204)۔

آمریت قائم ہونے سے پہلے جدوجہد کے دور میں پارٹی ڈسپلن کی یہی صورت ہے۔

آمریت قائم ہو جانے پر پارٹی میں ڈسپلن کے بارے میں یہی بات لیکن اور زیادہ شدت سے صادق آتی ہے۔

لینن کہتا ہے: "جو لوگ مزدور طبقے کی پارٹی کے آہنی ڈسپلن کو زرا بھی کمزور کرتے ہیں (خصوصا آمریت کے دور میں) وہ عملا مزدور طبقے کے خلاف سرمایہ داروں کی مدد کرتے ہیں۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، ص84)۔

لیکن اس سے یہ لازم آتا ہے کہ پارٹی میں گروہ بندی کرنا، پارٹی کے اتحاد یا اس کے آہنی ڈسپلن کے منافی ہے۔ یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب پارٹی میں متعدد گروہ ہوں گے تو ان کے متعدد مرکز بھی قائم ہو جائیں گے اور متعدد مرکز قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پارٹی کو کوئی ایک متحدہ مرکز نہیں ہے۔ اتحادِ خیال ٹوٹ جائے گا، ڈسپلن میں کمزوری اور پراگندگی آئے گی، آمریت کمزور اور منتشر ہو جائے گی۔ بلا شک دوسری انٹرنیشنل کی پارٹیوں میں سرمایہ دارانہ آزادی پسندی کی یعنی گروہ بندی کی آزادی کی گنجائش ہو سکتی ہے۔ انہیں آہنی ڈسپلن کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ ان کی جدوجہد مزدور آمریت کے خلاف ہے اور ان کا منشا مزدوروں کو اقتدار حاصل کرنے کی راہ پر لے جانا نہیں ہے لیکن کمیونسٹ انٹرنیشنل کی پارٹیوں میں "آزادی پسندی" کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ گروہ بندی کی آزادی نہیں دے سکتیں کیونکہ وہ مزدور طبقے کی آمریت

قائم کرنے اوراس کو مستحکم کرنے کے اصول پر کاربند ہیں۔ پارٹی اتحادِ خیال کا اظہار ہے۔ اس میں گروہ بندی اور اختیارات کی تقسیم کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

اسی لیے لینن نے ہمیں "پارٹی اتحاد کے پیشِ نظر گروہ بندی کے خطروں سے" آگاہ کر دیا ہے اور "مزدور طبقے کے ہراول دستے کے اتحادِ خیال کو مزدور طبقے کی کامیابی کی بنیادی شرط" قرار دیا ہے۔ یہ ہماری پارٹی کی دسیوں کانگریس کی ایک خاص تجویز "پارٹی اتحاد سے متعلق" میں درج ہے۔(لینن، منتخبات، نویں جلد، ص132)۔

اسی لیے لینن نے "تمام گروہ بندیوں کو مکمل طور سے مٹا دینے" اور "بلارعایت تمام گروہوں کو جو الگ الگ سیاسی پروگرام کی بنیاد پر قائم ہیں، توڑڈالنے" کا مطالبہ کیا اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ان کو "پارٹی سے فورا بلاشرط خارج کر دیا جائے گا"۔(ایضا، ص34-133)۔

6۔ <u>موقع پسند عناصر کو خارج کرنے سے پارٹی مضبوط ہوتی ہے۔</u> پارٹی میں گروہ بندی کی اصل جڑ اس کے موقع پسند عناصر ہیں۔ مزدور دوسروں سے الگ تھلگ کوئی طبقہ نہیں ہیں۔ اس میں کسان، درمیانی طبقے اور تعلیم یافتہ جماعت کے لوگ جو سرمایہ داری کی نشوونما کی وجہ سے مزدور بنتے جارہے ہیں، روز بروز آکر شامل ہوتے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی، مزدور طبقے کی بالائی جماعت، بالخصوص ٹریڈ یونین لیڈر، اور پارلیمنٹ کے مزدور ممبر جو محکوم ملکوں سے حاصل کیے ہوئے نفعِ زائد میں سے سرمایہ داروں کی دی ہوئی روٹی کھاتے ہیں، روبہ زوال ہیں۔ لینن کہتا ہے: "سرمایہ داری کے سانچے میں ڈھلے ہوئے مزدوروں کی یہ جماعت، یہ مزدور امراء، جو اپنی بودوباش، اپنی آمدنی، اوراپنی ذہنیت کے اعتبار سے بالکل تنگ نظر اور مطلب پرست ہیں، یہی لوگ دوسری انٹرنیشنل کا خاص سہارا ہیں۔ اور ہمارے زمانے میں سرمایہ داروں کا خاص (فوجی نہیں) سہارا ہیں۔ مزدور تحریک میں یہی لوگ سرمایہ داروں کے اصلی دلال ہیں، سرمایہ دار طبقے کے مزدور نائب

ہیں، اصلاح پسندی اور جنگجو وطن پرستی کا اصلی چشمہ ہیں۔" (لینن، منتخبات، پانچویں جلد، ص 12)۔

کسی نہ کسی طرح درمیانی طبقے کے یہ سبھی گروہ پارٹی میں گھس آتے ہیں اور اس میں بے استقلالی اور موقع پسندی کی، پست ہمتی اور شک و شبہ کی ذہنیت پیدا کرتے ہیں۔ خاص طور پر یہی لوگ پارٹی کے اندر گروہ بندی اور تفرقہ، بد نظمی اور انتشار کا بیج بوتے ہیں۔ عقب میں ایسے "ساتھیوں" کو ساتھ لے کر سامراج کے خلاف لڑنے میں محاذِ جنگ اور عقب دونوں طرف سے گولیوں کی بوچھار کی ذد میں آجانے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے سامراجیت کے خلاف کامیابی سے جدوجہد کرنے کی ایک ضروری شرط یہ ہے کہ ان عناصر کے خلاف بلا کسی رورعایت کے جدوجہد کی جائے، انہیں پارٹی سے خارج کر دیا جائے۔

یہ نظریہ کہ پارٹی کے اندر نظریاتی جدوجہد سے ان موقع پرست عناصر کو "قابو" کیا جا سکتا ہے، یہ نظریہ کہ ایک پارٹی کی حدود کے اندر ان عناصر پر "غلبہ" پایا جا سکتا ہے، ایک نامعقول اور خطرناک نظریہ ہے۔ اس سے پارٹی کے مفلوج اور ہمیشہ کے لیے اپاہج ہو جانے کا خطرہ ہے۔ یہ خطرہ ہے کہ کہیں پارٹی موقع پرستی کا شکار نہ ہو جائے، مزدور طبقہ اپنی انقلابی پارٹی سے محروم نہ ہو جائے اور سامراجیت سے لڑنے کا اہم ترین حربہ نہ چھن جائے۔ اگر ہماری پارٹی کے اندر مارتوف اور دان، پوترسیف اور ایکزلروڈ جیسے لوگ رہ جاتے تو آج وہ اس شاہراہ تک نہ پہنچ پاتی، اقتدار پر قبضہ کرنا اور مزدور طبقے کی آمریت کی تنظیم کرنا ناممکن ہوتا اور پارٹی خانہ جنگی سے فتحیاب ہو کر نہ نکلتی۔ ہماری پارٹی اندرونی اتحاد اور اپنی صفوں میں بے نظیر یکجہتی پیدا کرنے میں اسی لیے کامیاب ہو سکی کہ اس نے اپنے آپ کو ٹھیک وقت پر موقع پرستوں کی آلودگی سے پاک کر لیا اور اپنی صفوں سے پارٹی کو توڑنے والے عناصر کو اور منشویکوں کو خارج کر دیا۔ موقع پرستوں

اوراصلاح پسندوں، سوشلسٹ سامراج پرستوں اور سوشلسٹ جنگجو وطن پرستوں، سوشلسٹ محبانِ وطن اور سماجی امن پسندوں کو خارج کر دینے سے مزدور پارٹیاں ترقی کرتی ہیں اور مضبوط ہوتی ہیں۔

لینن کہتا ہے: "اصلاح پسندوں اور منشویکوں کو ساتھ لے کر مزدور انقلاب میں فتح حاصل کرنا ناممکن ہے، اس کو برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ اصولا یہ بات ظاہر ہے اور ہنگری اور روس دونوں جگہ کے تجربوں سے اس بات کی حیرت انگیز طور پر تصدیق ہو چکی ہے۔۔۔روس میں کئی بار بڑی مشکل صورتحال پیدا ہو گئی تھی اور اگر ہماری پارٹی میں منشویک، اصلاح پسند اور ٹٹ پونجیہ جمہوریت پسند موجود ہوتے تو یقینا سوویت حکومت کا خاتمہ ہو جاتا۔۔۔اٹلی میں ریاستی اقتدار پر قبضے کے لیے سرمایہ داروں اور مزدور طبقے میں عنقریب فیصلہ کن جنگ ہونے والی ہے۔ ایسے وقت میں نہ صرف یہ کہ منشویکوں، اصلاح پسندوں، [13]توراتیوں کو پارٹی سے خارج کر دینا قطعی ضروری ہے بلکہ بعض ان کمیونسٹوں کو بھی نکال دینا اور تمام ذمہ دار عہدوں سے ہٹا دینا بہتر ہو گا جن میں استقلال کی کمی ہے اور جو ڈانواڈول ہونے اور اصلاح پسندوں سے "اتحاد" بنائے رکھنے پر مائل نظر آتے ہیں۔۔۔انقلاب کے عین موقع پر، خصوصا ایسے وقت میں جبکہ انقلابی اقتدار کے لیے سخت لڑائی ہو رہی ہو، پارٹی میں اگر زرا سا بھی تزلزل آیا تو سب کچھ برباد ہو جائے گا۔ انقلاب کو شکست ہو جائے گی اور مزدور طبقے کے ہاتھ سے اقتدار چھن جائے گا کیونکہ اقتدار ابھی مستحکم نہیں ہوا، ابھی حملہ آور بہت مضبوط ہیں۔ ایسے وقت میں ڈانواڈول لیڈروں کی علیحدگی سے کمزوری نہیں آتی ہے بلکہ پارٹی کو، مزدور طبقے کی تحریک کو اور انقلاب کو تقویت ملتی ہے۔" (لینن، منتخبات، دسویں جلد، ص 58-256)۔

---

13 توراتی کے پیروکار جو اتلی کی سوشلسٹ پارٹی کا ایک معتدل رہنما تھا۔ مترجم۔

9۔ طرزِ عمل (عملی کام کرنے کا انداز)

مجھے ادبی طرزِ بیان پر کچھ نہیں کہنا۔ میری منشا کام کی طرز سے ہے، وہ جو لینن ازم کے عمل کی مخصوص اور غیر معمولی خاصیت ہے اور جس سے خاص قسم کے لیننی کارکن پیدا ہوتے ہیں۔ لینن ازم نظریے اور عمل کی درسگاہ ہے جس میں ایک خاص قسم کے، پارٹی اور ریاست کے، کارکنوں کی تربیت ہوتی ہے، جس میں کام کا ایک خاص لیننی طریقہ پیدا کیا جاتا ہے۔ اس طرز کی ممتاز خاصیتیں کیا ہیں؟ اس کی دو ممتاز خصوصیات ہیں: (الف) روسیوں کی انقلابی برق رفتاری اور (ب) کام کرنے کی امریکی قابلیت۔ لینن ازم کا طرزِ عمل، پارٹی اور ریاست کے کام میں ان دونوں ممتاز خصوصیتوں کا حامل ہے۔

روسیوں کی انقلابی برق رفتاری، سستی اور لکیر کا فقیر ہونے کی ذہنیت کے لیے، قدامت پرستی، ذہنی جمود اور آبائی روایات کی غلامانہ اطاعت کے لیے تریاق ہے۔ روسیوں کی انقلابی برق رفتاری زندگی بخشنے والی قوت ہے، جو فکر کو بیدار کرتی ہے، چیزوں کو آگے کی طرف بڑھاتی ہے، ماضی کے بندھنوں کو توڑتی اور آگے کا راستہ صاف کرتی ہے۔ اس کے بغیر ترقی کرنا ناممکن ہے۔ لیکن اسے اگر کام کرنے کی امریکی قابلیت سے متحد نہ کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ وہ عمل میں بگڑ کر بے معنی "انقلابی" خود فریبی کی صورت اختیار کر لے۔ اس انحطاط کی مثالیں بے شمار ہیں۔ "انقلابی" وقتی جوڑ توڑ اور "انقلابی" منصوبہ سازی سے کون واقف نہیں ہے، جو اس خیال کا نتیجہ ہے کہ حکم ناموں سے سب انتظام ہو جائے گا، سب کچھ درست ہو جائے گا۔ ایک روسی مصنف ایلیا اہرن برگ نے اپنی کہانی "پرکومان (مکمل کمیونسٹ انسان) میں اس قسم کے "بالشویک" کی تصویر کشی کی ہے، جو اس مرض میں مبتلا تھا، ایک مثالی مکمل انسان بننے کا نسخہ تلاش کرنے میں سرگرداں تھا

اور۔۔۔اپنے کام میں "غرق" ہو گیا تھا۔ اس کہانی میں کہیں کہیں بہت مبالغے سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن اس میں اس مرض کی ہو نہو جھلک سی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ لینن نے جس بے رحمی اور سختی سے اس مرض میں مبتلا ہونے والوں کا مذاق اڑایا ہے اس طرح کسی اور نے نہیں کیا۔ وقتی جوڑ توڑ اور حکم نامے گھڑ لینے پر اس طرح کے اعتماد کو لینن نے "کمیونسٹ خود پسندی" قرار دیا ہے۔

لینن کہتا ہے: "کمیونسٹ خود پسندی اس آدمی کی خصوصیت ہے جو ابھی تک کمیونسٹ پارٹی کا ممبر ہے، جو ابھی تک اس سے خارج نہیں کیا گیا ہے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ کمیونسٹ حکم نامے جاری کر کے وہ سارے مسائل کو حل کر لے گا"۔ (لینن، منتخبات، نویں جلد، ص 273)۔

لینن کھوکھلی انقلابی لفاظی اور روزمرہ کے سیدے سادے کام میں برابر فرق کیا کرتا تھا۔ اس نے اس بات پر زور دیا ہے کہ "انقلابی" وقتی جوڑ توڑ سچے لینن ازم کی ظاہری صورت اور اصلی منشا دونوں کے منافی ہے۔

لینن کہتا ہے: "بھاری بھرکم الفاظ کم ہوں، روزمرہ کا سیدھا سادہ کام زیادہ ہو، سیاسی آتش فشانی کم ہو اور کمیونسٹ تعمیر کی سادہ مگر اہم حقیقتوں پر زیادہ توجہ دی جائے۔" (تصنیفاتِ لینن، جلد 24، صفحات 343،335)۔

دوسری طرف امریکی قابلیت، انقلابی خود فریبی اور بے بنیاد وقتی جوڑ توڑ کے لیے تریاق کا درجہ رکھتی ہے۔ امریکی قابلیت وہ غیر متزلزل قوت ہے جو رکاوٹوں کو خاطر میں نہیں لاتی، جو کسی کام کو ختم کر کے ہی دم لیتی ہے، خواہ وہ کام معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے بغیر سنجیدہ تعمیری کام کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسے اگر روسیوں کی انقلابی برق رفتاری سے متحد نہیں کیا گیا تو بہت ممکن ہے کہ امریکی قابلیت خراب ہو کر تنگ نظر اور بے اصول تجارت پرستی کی صورت اختیار

کر لے۔ تنگ نظر عملیت اور بے اصول تجارت پرستی سے کون واقف نہیں ہے، جس کی بدولت بعض "بالشویک" رو بہ تنزل ہو جاتے ہیں اور انقلاب کے نصب العین کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔ پلنیاک کی کہانی "خشک سال" میں ہمیں اس عجیب مرض کی جھلک ملتی ہے۔ اس میں بعض ایسے روسی "بالشویکوں" کی تصویر پیش کی گئی ہے جو قوی ارادے اور عملی عزم کے لوگ ہیں، جو بڑی "مستعدی" سے "کام" کرتے ہیں مگر بصیرت سے محروم ہیں، یہ بھی نہیں جانتے کہ یہ سب کس لیے ہو رہا ہے؟ اور اس لیے وہ انقلابی کام کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں۔ لینن سے زیادہ سختی کے ساتھ کسی نے اس تنگ نظر تجارت پرستی کی مذمت نہیں کی۔ اس نے اس "تنگ نظر عملیت" کو "بے مغز تجارت پرستی" قرار دیا ہے۔ وہ اس میں اور اہم انقلابی کام میں فرق کیا کرتا تھا۔ اس نے ہمارے روزمرہ کے تمام کاموں میں انقلابی مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھنے پر زور دیا ہے اور اس طرح اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ بے اصول تجارت پرستی سچے لینن ازم کے اسی طرح منافی ہے جیسے "انقلابی" جوڑ توڑ۔

روسیوں کی انقلابی برق رفتاری کا امریکی قابلیت سے اتحاد، یہ ہے پارٹی اور ریاست کے تمام کاموں میں لینن ازم کا اصل جوہر۔

اسی اتحاد سے مکمل قسم کا لیننی کارکن پیدا ہوتا ہے اور کام میں لینن ازم کا طرز پیدا ہوتا ہے۔

تشریحات

---

[1] **لینن:** پیدائش بمقام سمبرسک (موجودہ الیانوسک) 22 اپریل 1870 ء۔ وفات بمقام گورکی۔ 21 جنوری 1924ء۔ لینن قلمی نام ہے۔ اصلی نام ولادیمیر ایلچ اولیانوف تھا۔ باپ زار (روسی بادشاہ) کی حکومت میں اسکولوں کا ناظم تھا۔ 1887ء میں لینن اعلی تعلیم کے لیے قازان یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ اسی سال اس کے بڑے بھائی الیکزنڈر کو پھانسی دی گئی کیونکہ وہ زار شاہ کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھا۔ لینن نے بھی طالبِ علموں کی انقلابی تحریک میں حصہ لیا۔ کچھ ہی عرصے بعد اسے یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔ قازان ہی میں وہ ایک مارکسی اسٹڈی سرکل کا رکن بن گیا۔ 1892ء میں وہ پیٹرسبرگ (موجودہ لینن گراڈ) چلا آیا اور تب سے اس نے اپنی ساری زندگی مزدور طبقے کی انقلابی تحریک کے لیے وقف کر دی۔ 1896ء میں وہ گرفتار ہوا۔ 1897ء میں پھر گرفتار ہوا۔ 1897ء سے 1900ء تک سائبیریا میں ملک بدر رہا۔ رہا ہونے پر روس سے باہر چلا گیا۔ 1905ء کی انقلابی تحریک کے زمانے میں روس میں واپس آگیا مگر انقلاب کی شکست کے بعد 1907ء میں پھر ترکِ وطن کرنا پڑا۔ مارچ 1917ء کے بعد پھر روس واپس آیا مگر عارضی حکومت نے جب گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا تو اسے روپوش ہونا پڑا۔ روپوشی کی یہ مدت زیادہ ترفن لینڈ میں گزری۔ نومبر 1917ء میں انقلاب سے ذرا پہلے وہ پٹرسبرگ آگیا۔ 1917ء میں ایک نراجیت پسند (انارکسٹ عورت) فینا کاپلن کے قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہوا لیکن بچ گیا۔ مگر (سر کے پچھلے حصے میں لگنے والی گولی سے) اس کی صحت ہمیشہ کے لیے خراب ہو گئی اور 21 جنوری 1924ء کو گورکی کے مقام پر وفات پائی۔

[2] **مارکسزم:** مارکسزم، جرمنی کے انقلابی مفکر کارل مارکس کے خیالات اور تعلیمات کا نظام ہے۔ مارکس نے اپنی غیر معمولی قابلیت سے انیسویں صدی کے تینوں فکریاتی رجحانات کو ترقی دی اوران کی تکمیل کی۔ وہ فکری رجحانات جن کی نمائندگی اس وقت دنیا کے تین سب سے ترقی یافتہ ملک کررہے تھے، وہ یہ تھے: کلاسیکی جرمن فلسفہ، کلاسیکی انگریزی معاشیات اور فرانسیسی سوشلزم، جس میں فرانسیسی انقلابی اصول بھی شامل ہیں۔۔۔ مارکس کے خیالات اپنی جامعیت میں جدید مادیت اور جدید علمی سوشلزم پر مشتمل ہیں جو دنیا کے تمام مہذب ملکوں میں مزدور تحریک کا نظریہ اور پروگرام ہیں"۔ (لینن: کارل مارکس کی تعلیمات)۔ لینن نے ایک موقع پر کہا تھا کہ مارکسزم "آزادی کی جدوجہد میں مزدور طبقے کا نظریہ ہے"۔ اور "مارکس کی تعلیمات میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس نے مزدور طبقے کی عالمگیر تاریخی اہمیت کو واضح کیا اور بتایا کہ وہی سوشلسٹ سماج کا خالق ہو گا"۔ اینگلز کا قول ہے کہ مارکسزم کوئی جامد اصول نہیں بلکہ ایک شمعِ

ہدایت ہے جس سے عمل کی راہ روشن ہوتی ہے۔ اور خود مارکس کہتا ہے کہ "فلسفیوں نے اب تک دنیا کی تشریح و توجیہ کی ہے۔ اصل کام اسے بدلنا ہے۔" مارکس کی پیدائش پروشیا (جرمنی) کے شہر تریوز میں 1818ء میں ہوئی تھی۔ اس کی وفات لندن میں 1883ء میں ہوئی۔

[3] **دوسری انٹرنیشنل:** مزدور طبقے کی بین الاقوامی جماعت جو 1889ء میں قائم ہوئی تھی۔ مزدوروں کی دوسری بین الاقوامی پارٹیوں یعنی، پہلی انٹرنیشنل اور تیسری (کمیونسٹ) انٹرنیشنل (43-1919ء) سے امتیاز کرنے کے لیے اسے "دوسری" انٹرنیشنل کہتے ہیں۔ اب اس کا باضابطہ نام "مزدور اور سوشلسٹ انٹرنیشنل" ہے۔ لینن لکھتا ہے: "پہلی انٹرنیشنل (72-1864ء) نے مزدوروں کی بین الاقوامی تنظیم کی بنیاد ڈالی تاکہ سرمائے کے خلاف انقلابی جنگ کی جا سکے۔ دوسری انٹرنیشنل (1914-1889ء) اس زمانے میں مزدور طبقے کی تحریک کی بین الاقوامی تنظیم تھی جب تحریک تیزی سے پھیلنے لگی تھی اور اس وجہ سے اس کا انقلابی معیار عارضی طور پر گر گیا تھا، موقع پرستی کی طاقت میں عارضی طور پر اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ دوسری انٹرنیشنل کو ذلیل و خوار ہو کر اپنے منصب سے ہٹنا پڑا۔۔۔"دوسری انٹرنیشنل کے دور کی خصوصیت یہ ہے کہ متعدد ملکوں میں ایک وسیع، عوامی اور ہمہ گیر تحریک کے لیے زمین تیار کی گئی"۔

[4] **اینگلز:** پیدائش پروشیا (جرمنی) 1820ء۔ وفات 1895ء۔ کارل مارکس کا عزیز ترین دوست اور مارکسزم کو مدون کرنے میں زندگی بھر اس کا شریک تھا۔ اپنے بارے میں خود اینگلز کا کہنا ہے: "چالیس برس تک میں نے مارکس کے ساتھ مل کر کام کیا ہے اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس سے (ملنے سے) پہلے اور اس (کے مرنے) کے بعد اصولوں کو مرتب کرنے اور نظریے کو تکمیل تک پہنچانے میں میرا اپنا بھی ہاتھ ہے۔ لیکن بنیادی اصولوں کا بیشتر حصہ، خصوصا معاشیات اور تاریخ کے شعبے میں، اور سب سے بڑھ کر ان کی مکمل تدوین، مارکس کی رہینِ منت ہے۔۔۔مارکس سے موازنے میں ہم لوگ زیادہ سے زیادہ ذہین اور طباع کہے جاسکتے ہیں۔ لیکن مارکس غیر معمولی جوہر اور قابلیت کا مالک تھا۔ اس کے بغیر نظریے کی آج وہ صورت نہ ہوتی جو ہے اور اس لیے بجا طور پر یہ نظریہ اس کے نام سے موسوم ہے"۔

[5] **سامراجیت:** لینن نے سامراجیت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "سامراجیت، سرمایہ داری کا ایک مخصوص تاریخی دور ہے۔ اس کی تین نمایاں خصوصیتیں ہیں؛ سامراجیت (الف) اجارہ دار سرمایہ داری ہے (ب) دوسروں کا خون پی کر زندہ رہنے والی انحطاط پذیر سرمایہ داری ہے (ج) جاں بہ لب سرمایہ داری ہے۔ سامراجیت کی بنیادی معاشی خصوصیت، اس کا لبِ لباب یہ ہے کہ اس میں آزاد مقابلے کے بجائے اجارہ داری قائم ہو جاتی ہے۔ اس اجارہ داری کا اظہار پانچ طرح سے ہوتا ہے: (الف) کارٹل، ٹرسٹ، سنڈیکیٹ۔ (دیکھیں تشریحی نوٹ نمبر6-مترجم)۔ پیداوار کا مرتکز ہونا بے حد ترقی کر جاتا ہے جس کی بدولت سرمایہ داروں کے اجارہ دار اتحاد کی یہ صورتیں نمودار ہوتی ہیں۔ (ب) بڑے بڑے بینکوں کی اجارہ دار حیثیت۔۔۔ (پ) کچے مال کے ذخیروں کے مخرج پر ٹرسٹ اور مالیاتی گروہ (یعنی مالیاتی سرمائے کے مالکوں) کا ناجائز قبضہ۔ (اجارہ دار صنعتی سرمایہ بینک کے سرمائے سے مدغم ہو جائے تو اسے مالیاتی سرمایہ کہتے ہیں)۔ (ت) بین الاقوامی اجارہ داریوں (کارٹیلوں) میں دنیا کی (معاشی) تقسیم شروع ہو چکی ہے۔۔۔ سرمائے کی بر آمد جو اجارہ دار سرمایہ داری کی ایک اہم خصوصیت ہے اور اجناس کی بر آمد سے مختلف ہے، دنیا کی معاشی اور علاقائی تقسیم قریبی تعلق رکھتی ہے۔ (ٹ) دنیا کی تقسیم (نو آبادیات) مکمل ہو چکی ہے"۔ (لینن، تصانیف، روسی ایڈیشن، انیسویں جلد، ص 301)۔

[6] **ٹرسٹ، سنڈیکیٹ وغیرہ:** مختلف سرمایہ داروں کے اجارہ دارانہ اتحاد کی یہ مختلف صورتیں ہیں: (الف) کارٹل وہ صورت ہے جس میں چند سرمایہ دار باہمی مقابلے کو دور کرنے کے لیے چیزوں کو ایک مقررہ نرخ پر بیچنے کا معاہدہ کرتے ہیں۔ (ب) سنڈیکیٹ وہ صورت ہے جس میں چند سرمایہ داروں کا اتحاد زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔ اس میں انفرادی سرمایہ داروں کو خرید و فروخت کی آزادی نہیں ہوتی ہے۔ تیار مارل کی فروخت اور بعض اوقات کچے مال کی خرید، سنڈیکیٹ کے مرکزی دفتر کے ذریعے ہوتی ہے۔ ہر کارخانہ کتنا مال پیدا کرے گا اور کی مقدار بھی سنڈیکیٹ طے کرتا ہے۔ (پ) ٹرسٹ وہ صورت ہے جس میں بہت سے الگ الگ کاروبار ایک ہی میں جمع ہو جاتے ہیں۔ الگ الگ کاروباروں کے مالک ایک ہی بڑے ٹرسٹ کے حصے دار بن جاتے ہیں۔

[7] **کمیونسٹ مینی فیسٹو:** یہ مارکسزم کی اولین اور اہم ترین دستاویز ہے جسے مارکس اور اینگلز نے 1848ء میں کمیونسٹ لیگ کے اغراض و مقاصد اور پروگرام کی تشریح کرنے کے لیے لکھا تھا۔

[8] **کارل کاؤتسکی:** پیدائش 1854ء۔ وفات 1938ء۔ دوسری انٹرنیشنل کا ممتاز ترین رہنما تھا۔ گزشتہ عالمی جنگ کے دنوں میں مارکسزم ترک کر کے موقع پرستی کا شیوہ اختیار کیا اور بالشویک انقلاب خصوصاً مزدور طبقے کی آمریت کی مخالفت کرنے لگا۔

[9] **مادی جدلیت (جدلیاتی مادیت):** مارکس کے الفاظ میں "خارجی دنیا اور انسانی فکر دونوں کے عام قوانینِ حرکت کے علم" کا نام مادی جدلیت ہے۔ اینگلز کہتا ہے: مادی جدلیت "اشیاء اور ان کے ذہنی عکس کو ان کے باہمی تعلق میں، ان کی تبدیلی اور حرکت میں، ان کے وجود میں آنے اور فنا ہو جانے میں مطالعہ کرتی ہے"۔

[10] **جارجی پلیخانوف:** پیدائش 1856ء۔ وفات 1918ء۔ روس میں مارکسزم کا پہلا علمبردار تھا لیکن بعد میں مارکسزم کو چھوڑ کر منشویکوں سے جا ملا اور بالآخر بالشویک انقلاب کی مخالفت کرنے لگا۔

[11] **مزدور سبھائیت (ٹریڈیونین ازم):** ٹریڈیونین مزدوروں کی وہ تنظیمیں ہیں جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مزدوروں کے روزمرہ کے حالات میں سدھار لایا جائے۔ ان کے کام کے گھنٹے کم کرائے جائیں۔ ان کی اجرت میں اضافہ کرایا جائے۔ وغیرہ۔ ٹریڈیونین ازم وہ نظریہ ہے جس کی رو سے مزدور طبقے کو ان باتوں کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے جدوجہد کرنے کی اور اس لیے ٹریڈیونینوں کے علاوہ کسی اور مزدور تنظیم کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[12] **پرانا اسکرا:** اسکرا (چنگاری) اخبار لینن کی ادارت میں 1900ء میں روس سے باہر جاری ہوا تھا۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی کی دوسری کانگریس، منعقدہ لندن (1903ء)، میں اسے باقاعدہ پارٹی کا ترجمان بنالیا گیا۔ مگر پلیخانوف کی غداری کی بدولت لینن کو مجلسِ ادارت سے مستعفی ہونا پڑا اور اخبار منشویکوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اس روز سے اسکرا نے بالشویک پالیسی کی مخالفت شروع کر دی۔ لینن اس سے پہلے کے دور کے اسکرا کو پرانا اسکرا اور اس کے بعد کو نیا اسکرا کے نام سے ذکر کرتا ہے تاکہ دونوں میں فرق ہو سکے۔

[13] **پیداواری (پیدآور) قوت کا نظریہ:** پیداواری قوت کا درست مارکسی نظریہ یہ ہے: مارکس کا دعوی تھا کہ سماجی ارتقاء کی تہہ میں معاشی قوتیں کام کر رہی ہیں اور سماجی ارتقاء کی سب سے بڑی محرک طاقت طبقاتی جدوجہد ہے۔ مارکس

نے دکھایا تھا کہ ضروریاتِ زندگی کی پیداوار کے سلسلے میں سماج کے مختلف طبقوں میں باہمی تعلقات پیدا ہوتے ہیں جنہیں اس نے پیداواری تعلقات کا نام دیا ہے۔ پیداواری تعلقات کی نوعیت اس پر منحصر ہے کہ سماج میں پیداواری قوتیں کس حد تک ترقی کر چکی ہیں۔ پیداواری قوتوں میں ترقی ہونے کے ساتھ ساتھ پیداواری رشتے بھی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً جب چرخے کے بجائے بڑی بڑی مشینیں چلنے لگیں تو یہ ناممکن ہو گیا کہ ہر مزدور انفرادی طور پر ان مشینوں کا مالک ہو اور اس طرح سماج میں مالک اور مزدور کے نئے پیداواری تعلقات، نئے طبقے اور نئی طبقاتی جدوجہد نمودار ہو گئی اور یہ طبقاتی جدوجہد سماج میں مزید نئی تبدیلیاں پیدا کرے گی۔ لیکن کاؤتسکی نے اسی نظریے کو طبقاتی جدوجہد ترک کرنے کا، مزدور طبقے کو گمراہ اور بے عمل کرنے کا، مزدور طبقے کے حقیقی مفاد سے غداری کرنے کا بہانہ بنایا۔

14 **زرعی غلامی:** جاگیرداری سماج میں استحصال کو جو طریقہ رائج تھا اسے زرعی غلامی کہتے ہیں۔ زمین جاگیردار کی ملکیت تھی اور کسان جس زمین پر پیدا ہوتا اس سے زندگی بھر گویا بندھا رہتا تھا۔ زمین کی خرید و فروخت کے ساتھ اس کی خرید و فروخت بھی لازم تھی۔ ہر اعتبار سے وہ جاگیردار کا غلام تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے کی طرح جاگیردار کو قانوناً اسے قتل کرنے کا حق نہیں تھا۔

15 **منشویک:** روسی سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی میں ایک موقع پرست گروپ جس نے وقت کے ہر اہم سوال پر مارکسزم سے انحراف کیا اور بالآخر انقلاب دشمنی کی راہ اختیار کی۔ پارٹی کی دوسری کانگریس (لندن 1903ء) میں یہ لوگ ایک گروہ کی صورت میں نمودار ہوئے۔ اقلیت میں ہونے کی وجہ سے منشویک (اقلیت) کہلائے گئے۔ روسی سوشل ڈیموکریٹک مزدور پارٹی کی پراگ کانفرنس (1912ء) میں انہیں پارٹی سے خارج کر دیا گیا۔

16 **شیدمان اور نوسکی:** جرمنی کے سوشلسٹ رہنما جنہوں نے مزدور طبقے سے غداری کی اور پہلی عالمی سامراجی جنگ (1914-1918ء) کے آغاز میں ہی سرمایہ داروں کی صفوں میں جا ملے۔ جنگ کے بعد ان دونوں نے جرمن مزدوروں کی انقلابی تحریک کو کچلنے میں نمایاں حصہ لیا۔

17 **سوویت:** لفظی معنی پنچایت یا کمیٹی کے ہیں۔ روس میں اول اول 1905ء کے انقلاب کے موقع پر مزدوروں کی یہ پنچایتیں قائم ہوئی تھیں جو دراصل انقلابی جنگی کمیٹیاں تھیں۔

[18] **پیرس کمیون:** 1870ء میں فرانس و جرمنی کی جنگ چھڑی اور چند ہی مہینوں میں فرانس کے شہنشاہ نپولین بوناپارٹ نے سیدان کے مقام پر ہتھیار ڈال دیے۔ لیکن پیرس کے عوام نے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی اور پیرس کی حفاظت کے لیے سارے عوام کو مسلح کر کے ایک قومی فوج قائم کی۔ قومی مدافعت کے لیے سرمایہ داروں کی ایک حکومت بنی۔ مگر سرمایہ داروں کو پیرس کی حفاظت کرنے سے زیادہ مزدوروں کو کچلنے کی فکر تھی۔ انہوں نے مزدوروں کے توپ خانے کو ضبط کرنا چاہا۔ مزدوروں نے مقابلہ کیا اور 18 مارچ 1871ء کو پیرس کے عوام نے اقتدارِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور انسانی تاریخ میں پہلی بار مزدور طبقے کی حکومت قائم کی۔ یہی پیرس کمیون ہے۔ دو مہینے بعد پیرس کمیون پیرس کے مزدوروں کے خون میں غرق کر دی گئی۔ پیرس کمیون کی شکست میں کچھ اپنی غلطیوں کو بھی دخل تھا۔ لیکن لینن لکھتا ہے کہ "اپنی تمام غلطیوں کے باوجود پیرس کمیون انیسویں صدی کی سب سے بڑی مزدور تحریک کی سب سے بڑی مثال ہے۔"

[19] **سوشلسٹ انقلابی پارٹی:** یہ پارٹی 1901ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس تحریک کی غرض یہ تھی کہ زمین کو "قومی ملکیت" قرار دیا جائے اور "محنت کشوں" میں اس کی مساوی تقسیم کر دی جائے۔ اسی کو وہ زمین کا "اشتراکی نظام" سمجھتے تھے۔ لینن نے بتایا کہ یہ حقیقت میں نچلے درمیانی طبقے کی تمنائیں ہیں۔ اسے سوشلزم سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے مگر چونکہ وہ جمہوریت کے لیے لڑتے تھے اور زمینداروں کی اور زار کی مخالفت کرتے تھے اس لیے ان سے عملی کاموں میں تعاون کیا جا سکتا تھا۔

[20] **نئی اقتصادی پالیسی (نیپ):** انقلاب کے بعد خانہ جنگی کا دور ختم ہونے پر 1921ء میں سوویت حکومت نے نئی اقتصادی پالیسی اختیار کی۔ اس پالیسی کے مطابق کسانوں کی فاضل پیداوار پر قبضہ کرنے کے بجائے اجناس کی صورت میں محصول لینے کا قانون بنا۔ محصول پہلے سے بہت کم مقرر کیا گیا۔ اور مختصر انفرادی تجارت کی آزادی ملی۔ لینن نے کہا تھا کہ مختصر تجارت کی آزادی ملنے سے سرمایہ داری کے مردہ جسم میں تھوڑی سی جان آ جائے گی لیکن یہ مراجعت وقتی ہے جس کی غرض یہ ہے کہ نئے حملوں کی تیاری کے لیے مہلت حاصل کی جائے۔ اسٹالن کہتا ہے کہ "نئی اقتصادی پالیسی پارٹی کی وہ پالیسی ہے جو سوشلسٹ اور سرمایہ دار عناصر کی جدوجہد کی اجازت دیتی ہے، جس کی غرض یہ ہے کہ ہم سوشلسٹ عناصر، سرمایہ دار عناصر پر فتح حاصل کریں"۔ (لینن ازم کے مسائل، اسٹالن)۔

[21] **کولچاک اور دنیکن:** یہ زار شاہی فوجی جنرل تھے جنہوں نے اکتوبر انقلاب کے بعد 19-1918ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مدد سے سوویت حکومت کے خلاف بغاوت کی اور سائبیریا اور قفقاز میں خانہ جنگی کا آغاز کیا۔

[22] **چاروں دوما (اسمبلیاں):** پہلی دوما 1906ء میں منعقد ہوئی۔ یہ وٹے دوما بھی کہلاتی تھی کیونکہ وٹے اس وزیر کا نام ہے جس کے بنائے قانون کے مطابق اس دوما کا انتخاب ہوا تھا۔ بالشویکوں نے اس دوما کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا تھا اور بقول لینن غلطی کے مرتکب ہوئے تھے کیونکہ 1905ء کی بغاوت میں شکست ہو چکی تھی اور انقلاب کی فوجوں کو عارضی طور پر مراجعت کرنا ضروری تھا۔ دوسری دوما 1907ء میں منعقد ہوئی۔ بالشویکوں نے اس میں شرکت کی۔ دوما کی مختلف پارٹیوں کی طرف بالشویکوں کا رخ یہ تھا: دستوری جمہوریت پسندوں کے ساتھ کسی قسم کی مصالحت نہ کی جائے اور ہر موقع پر ان کی منافقانہ جمہوریت پسندی کا پردہ چاک کیا جائے کیونکہ دراصل یہ لوگ دستوری بادشاہت پسند تھے۔ سوشلسٹ انقلابیوں اور نچلے درمیانی طبقے کی دوسری پارٹیوں کے ساتھ موقع کی مناسبت سے تعاون کیا جا سکتا ہے مگر ان کے چہرے سے سوشلزم کا نقاب اتار دیا جائے اور عوام کو بتادیا جائے کہ وہ دراصل سوشلسٹ نہیں ہیں۔ پہلی دوما کی طرح زار نے اس دوما کو بھی بزور برخاست کر دیا۔ تیسری دوما 1907ء میں ہی منعقد ہوئی جبکہ چوتھی دوما کے انتخابات 1912ء کے آخر میں ہوئے۔

[23] **بریست-لتوسک معاہدہ (صلح نامہ):** اکتوبر انقلاب کے بعد فوراً ہی سوویت حکومت نے ان تمام اقوام اور حکومتوں سے جو جنگ میں شریک تھیں یہ اپیل کی کہ جنگ کو ختم کرنے کے لیے آپس میں مذاکرات کریں۔ اتحادیوں، یعنی برطانیہ اور فرانس کے انکار کرنے پر سوویت حکومت نے خود جرمنی سے صلح کی بات چیت شروع کی اور سامراجی جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی۔ 5 دسمبر 1917ء کو بریست-لتوسک صلح نامے پر دستخط ہوگئے۔ لینن نے صلح کے مذاکرات کرنے کے لیے ٹراٹسکی کو مامور کیا تھا۔ مگر وہ اس صلح کا مخالف تھا اور اس نے گفت و شنید کے دوران ہر طرح کی تاخیر اور رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جرمنوں نے اپنی شرائط اور سخت کر دیں اور سوویت حکومت کو جو ابھی ابھی برسرِ اقتدار آئی تھی اور اپنی طاقت کو مستحکم نہیں کر سکی تھی، سخت نقصان اٹھانا پڑا۔

[24] **کیرنسکی:** وہ ایک سوشلسٹ انقلابی تھا۔ فروری 1917ء کے سرمایہ دارانہ جمہوری انقلاب کے بعد عارضی حکومت کا وزیرِاعظم تھا۔ اکتوبر کے انقلاب نے اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ انقلاب کے خلاف متعدد ناکام کوششوں کے بعد کیرنسکی امریکہ چلا گیا اور اب تک وہیں بقیدِ حیات ہے۔

[25] **کورنیلوف:** زار شاہ کے زمانے میں فوج کا ایک اعلیٰ افسر اور کیرنسکی حکومت میں روسی افواج کا سپہ سالارِ اعظم تھا۔ ستمبر 1917ء میں اس نے بغاوت کی اور اپنا فوجی راج قائم کرنے کی غرض سے پیٹروگراڈ پر چڑھائی کی۔ سوشلسٹ انقلابی اور منشویک رہنما جن میں کیرنسکی بھی شامل تھا دہشت زدہ ہو گئے اور بالشویک پارٹی سے امداد کے متوقع ہوئے کیونکہ انہیں یقین تھا کہ دارالسلطنت کے اندر بالشویک ہی ایک ایسی با اثر طاقت ہیں جو کورنیلوف کو شکستِ فاش دے سکتے ہیں۔ "بالشویکوں نے کورنیلوف کی بغاوت کو کچلنے کے لیے عوام کو منظم کیا مگر کیرنسکی حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد ترک نہیں کی۔ انہوں نے عوام کو کیرنسکی حکومت، منشویک اور سوشلسٹ انقلابی پارٹیوں کا اصلی چہرہ دکھایا اور بتایا کہ ان کی ساری پالیسی حقیقت میں کورنیلوف کی انقلاب دشمن سازش کو مضبوط کر رہی تھی۔" (سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی تاریخ)۔ بالشویکوں کی کوششوں سے کورنیلوف کی شکستِ فاش ہوئی۔